جامعہ مدنیہ لاہور کا علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

# انوار مدینہ

لاہور

سرپرست

استاذ العلماء حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہم مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

## پاکستان سپرنگ مینوفیکچرنگ کمپنی

برانڈرتھ روڈ متصل مسلم ہائی سکول - لاہور!

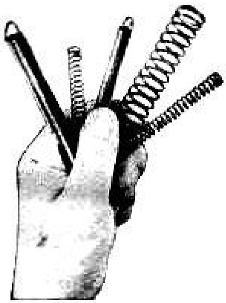

اعلیٰ ترین انجنیئرز کی معاونت
سے بہترین سٹیل سپرنگ و پُرزے
برائے ٹیکسٹائل ملز اور ہر قسم کے
سپرنگ ہمارے ہاں تیار ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجب سنہ ۱۳۹۰ھ
ستمبر سنہ ۱۹۷۰ء
فون: ۶۲۹۳۲

ماہنامہ

# انوارِ مدینہ

لاہور

جلد: ۱
شمارہ: ۴
قیمت: ۵۰ پیسے

مدیر اعزازی: پروفیسر یوسف سلیم چشتی
مدیر معاون: حبیب الرحمٰن اشرف

## اس شمارہ میں


| | | | |
|---|---|---|---|
| دورِ پرفتن میں علماء کا احترام اور عوام | ۲ | نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (عربی) | ۴۳ |
| اسلام کیوں؟ | ۱۳ | نورِ توحید | ۴۸ |
| صحابیت | ۲۷ | سادات ہمدانی قصور کے قلمی نوادر | ۵۲ |
| اسراء و معراج | ۳۱ | شعبان کی فضیلت | ۵۵ |
| سلوک و طریقت کے جواہر پارے | ۴۰ | اور نعتیں، نظمیں وغیرہ | ۰۰ |


بدل اشتراک: سالانہ ـــــ ۵ روپے (طلبہ کیلئے ـــ ۴ روپے) فی پرچہ پچاس پیسے

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ، طابع و ناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ انوارِ مدینہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

افتتاحیہ

باسمہٖ جل جلالہٗ وعمّ نوالہ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

# دورِ فتن میں علماء کا احترام اور عوام

اس پُر آشوب دور میں جبکہ ہر فرد اپنی اور اپنی جماعت کی سربلندی کا خواہاں ہے۔ اور اپنی تعریف میں رطب اللساں ہے۔ یہی نہیں بلکہ دوسروں کی خامیاں نکالنی اور اگر خامیاں نہ ہوں تو بھی ثابت کر دکھانی اپنا فرض وقت سمجھ رہا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے کر رہا ہے کہ وہ سیاسی غلبہ حاصل کر سکے۔ اور اپنی جماعت کو دوسری جماعتوں سے بلند مقام پہ لے جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علماء کرام میں سے جو بھی میدان سیاست میں آیا۔ اس کے ساتھ بھی بغیر اُس کے مقام علم و تقوٰی کی رعایت کئے یہی سلوک کیا جا رہا ہے۔ اب کیا علماء سیاست سے دست کش رہیں۔ یا عوام الناس علماء کو اپنی سطح پر لا کر ان کے علمی وقار اور ان کی زندگی بھر کے علمی تقدس کو نظر انداز کرتے رہیں گویا ان حالات میں بجا طور پر ہر ذہن میں یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ

۱۔ اگر علماء سیاست میں آ رہے ہیں تو کیا وہ ایسا کر کے غلطی کر رہے ہیں یا اُن کے نزدیک سیاست میں حصہ لینا ضروری ہے؟

۲۔ سیاست میں حصہ لینے کی صورت میں عوام الناس کو انہیں اپنے ہی درجہ میں لے آنا صحیح ہے؟

۳۔ اگر ایسا کیا جائے تو اس سے کیا نقصانات پیدا ہوں گے؟

۴۔ جب وہ سیاست میں آ جائیں تو ایک "غیر عالم دین" ان کو کیسے اپنے سے بڑا سمجھے اور کیسے اُن کا علمی مقام قائم رکھے؟

۵۔ پھر علماء میں خود بھی اختلاف ہے۔ ایسی صورت میں کسے حق پر جانیں اور کسے باطل پر؟

بتقاضائے وقت ہم ان سوالات کے بارے میں کچھ مختصراً عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

پہلے سوال کے جواب کے لیے علماء کرام کی تاریخ کارسے واقفیت ضروری ہے اس لیے میں کچھ احوالِ ماضی

ذکر کرتا ہوں۔

علمائے کرام کی سیاسی زندگی کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے جا ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے دور کے حالات کے مطابق اسلامی اصول سامنے رکھ کر ایک اقتصادی حل پیش کیا تھا۔ پھر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کے دور میں انگریزوں نے تجارتی راستہ سے ہندوستان میں داخل ہو کر غداریوں کی بنیاد ڈالی۔ اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ تو ان کے ایک شاگرد اور جلیل القدر خلیفہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے روحانی متوسلین پر مشتمل جن میں خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کے رشتہ دار اور شاگرد بھی شامل تھے ایک مجاہدین کی جماعت تیار کی اس لشکر نے جو خدمات انجام دیں وہ متعدد کتابوں میں طبع ہو چکی ہیں۔

ان حضرات کی تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ تو اسی خاندان ولی اللہی کے فیض یافتہ حضرات نے شاہ دہلی سے لڑائی کے وقت انگریزوں کا باقاعدہ مقابلہ کیا تھانہ بھون وغیرہ کے نواح میں جنگ بھی ہوئی۔ اس میں انگریزوں کو توپخانہ لانا پڑا۔ اس جماعت کے سردار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ تھے۔ اور حضرت حاجی صاحب کے پیر بھائی اور روحانی مربی حضرت حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ اس معرکہ میں شہید ہوئے۔ اس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہما شریک تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہجرت فرما گئے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہوئے اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چند روز روپوش رہے اور بعد میں گرفتاری سے بھی بچ گئے۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد قیام دارالعلوم عمل میں آیا اور حریت فکر کا مرکز بنتا چلا گیا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد امیر مالٹا قطب دوراں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے دور میں پھر سے عملی اقدام شروع ہوا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے شاگرد اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے انہوں نے اپنے اعلیٰ قابلیت کے شاگردوں سے (جن میں مولانا عبید اللہ سندھی مولانا محمد میاں صاحب منصور انصاری غازی رحمۃ اللہ علیہم شامل تھے) کام لے کر پورے ہندوستان میں تحریک آزادی کی ایک روح پھونک دی۔ انہوں نے بڑے بڑے اصحاب روحانیت حضرات سے کام لیا۔ جن میں مغربی پاکستان کے حصہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کے دونوں پیر حضرت مولانا تاج محمد صاحب امروٹی اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری قدس سرہما شامل تھے۔ اس تحریک کو عام کرنے کے لیے انہوں نے ہر انگریز دشمن کو ملایا۔ کسی فرقہ کی قید نہیں رکھی۔ بریلوی اور اہل حدیث حضرات بھی ان کی تنظیم میں شامل تھے۔ یہ مسلمانوں کی اتنی عظیم الشان تنظیم تھی کہ اس کے بارے میں ۱۹۱۸ء میں جج

کے موقع پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت تبلیغ نے ایک خصوصی اجتماع میں جس میں انہوں نے
پوری دنیا میں اسلامی کام کی کیفیت ذکر فرمائی۔ ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع و اتحاد تو ہو ہی نہیں سکتا تھا
جتنا حضرت شیخ الہند کے زمانہ میں تھا۔ غرض حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جلیلہ اور جذبہ جہاد و حریت
نے ان حضرات کی خانقاہوں کو گوریلا جنگ کا مرکز بنا دیا۔ پوری تفصیل تو میں لکھنی نہیں چاہتا حضرت والد محترم
مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ العالی کی تصانیف میں اور حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ
علیہ کی خود نوشت سوانح حیات میں پوری تفصیل درج ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ انگریز کو ہی
کامیابی ہوئی۔ اور ہندوستان کے بعد مسلمانوں کی ایک اور عظیم الشان حکومت، حکومت ترکیہ عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا صرف
تھوڑے سے علاقہ پر ترک حکومت رہ گئی۔ حضرت شیخ الہند گرفتار کر لیے گئے۔ پانچ سال مالٹا میں اسیر رہے اسارت
مالٹا کے زمانہ میں ان کی نیابت حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ فرماتے رہے لیکن ابھی حضرت اسارت
مالٹا سے رہا نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد وصال پا گئے۔ ان کے جانشین
شاہ عبدالقادر رائپوری قرار پائے۔ وفات کے وقت حضرت شاہ صاحب نے اپنے جانشین حضرت شاہ
عبدالقادر صاحب قدس سرہما کو وصیت فرمائی کہ جب حضرت شیخ الہند رہا ہو کر تشریف لائیں تو آپ لوگ ان
کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہو کر عرض کریں کہ ہم حضرت کے ہر ارشاد کی تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ حضرت شیخ الہند
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جماعت کا نام جمعیۃ العلماء ہند رکھا تھا آپ نے ہی جامعہ ملیہ بھی شروع کیا تھا
غرض یہ جماعت اس وقت سے کام پر لگی اور اس وقت تک لگی رہی کہ جب تک انگریز اس سرزمین سے
نہیں نکل گیا۔

علماء کے سوا باقی۔ نواب۔ سر۔ جاگیردار۔ فوجی۔ سیاسی۔ دفتری ملازم و افسران کوئی بھی طبقہ انگریز کے
مقابلہ میں کبھی نہیں آیا۔ صرف علماء ہی مسلسل جدوجہد کرتے رہے بدنامیاں سر لیں۔ مقدمات میں ماخوذ ہوئے
جیلیں کاٹیں۔ جلاوطنی کی زندگیاں (کالے پانی وغیرہ میں) گذاریں۔ گولیاں کھائیں۔ سولی پر چڑھائے گئے۔ غرض
مسلسل ہمہ قسم کی مصیبتیں جھیلیں اور وطن آزاد کرایا۔ ورنہ کوئی بتلائے کہ اور کونسا طبقہ تھا جس نے انگریز کا مقابلہ کیا؟
ایک بہت بڑی فضیلت کی بات اس مقدس طبقہ نے یہ کی کہ تدریسی فرائض انجام دیتا رہا۔ تحریر و تقریر سے
علوم نبویہ کی اشاعت کر کے لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتا رہا۔ علوم باطنیہ سے روحانی اور باطنی فیض رسانی کرتا رہا۔
اور جہاد کا مقدس فریضہ انجام دیتا رہا۔ اگر یہ طبقہ دین کو قائم نہ رکھتا تو آج اس برصغیر کا یہ حال نہ ہوتا۔ نہ لوگوں میں

ایمان رہتا نہ خلوص۔ نہ مساجد آباد ہوتیں نہ خانقاہیں نہ مسلمان اسلام سے واقف رہتے۔ اور نہ ہی جذبہ جہاد و ایثار رہتا۔ بلکہ شاید اسلام کے نام پر پاکستان ہی نہ بنایا جاسکتا۔

جو کچھ میں نے یہاں تک عرض کیا یہ حقیقت ہے تاریخی طور پر ایک مسلم حقیقت۔ گو اس کی طرف توجہ نہ جاتی ہو لیکن توجہ نہ جانے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم۔ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

ان حضرات کا انگریز سب سے زیادہ دشمن تھا اور چونکہ ہر محکمہ کا افسر انگریز ہی ہوتا تھا۔ یونیورسٹیوں بلکہ کالجوں پر بھی انگریزی کا تسلط تھا۔ لہٰذا ہر جگہ یہ پڑھا لکھا طبقہ بھی علماء سے نفرت کھانے لگا۔ اور یہ کبھی غور نہ کیا کہ انگریز کی نظر کی طرح ہم اپنے دین کے پیشواؤں کو کیوں ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھیں لیکن الناس علیٰ دین ملوکھم کے تحت (یعنی عوام الناس تو بادشاہوں اور برسر اقتدار لوگوں کے طریقہ پر چلتے ہیں) یہ طبقہ ذہنی غلامی میں اتنا مبتلا ہوا کہ اپنے دشمن کی چال نہ سمجھ سکا اور بجائے آزادی رائے کے غلامی ضمیر مبتلا ہو کر انگریز ذہن کا شکار ہو گیا اور بدقسمتی یہ کہ اب تک بھی وہ خرابی رفع نہیں ہوئی۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

آپ کو گذشتہ صفحات پڑھ کر اندازہ ہوا ہوگا۔ کہ میدان سیاست میں بے لوث اور بے حد شدید قربانیاں کس نے دی ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ان بزرگوں کے عملی وارث سیاست میں حصہ لینے کے زیادہ حقدار ہیں یا کوئی نواب۔ جاگیردار۔ سرمایہ دار اور ملازم طبقہ؟ اگر ان طبقات کو سیاست میں حصہ لینے کا حق ہے تو علماء کو ان سب سے پہلے حق ہوگا۔ رہا یہ امر کہ ان سب کے لیے سیاست میں حصہ لینا اس وقت ضروری ہے یا نہیں تو یہ ان کی اپنی رائے پر موقوف ہے۔ کچھ حضرات کے نزدیک درست نہیں کہ کہیں علم کی توہین نہ ہو۔ اور کہیں علماء پر الزام تراشیاں نہ کی جانے لگیں۔

بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ حصہ لینا علماء کی اپنی رائے پر موقوف ہے۔ ان پر دین و دنیا دونوں کے معاملات میں اعتبار کرنا چاہیے۔ اور وہ اپنے بارے میں خود سوچ سکتے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت سیاست میں حصہ لینا واجب ہے کیونکہ اسلامی قانون کے نفاذ کی کوشش خود واجب ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے تو علماء پر اس سے زیادہ واجب ہوگی۔

وہ حضرات کہتے ہیں کہ صدر محترم آغا محمد یحییٰ خاں از سر نو بحالی جمہوریت کر کے نیا آئین بنانا چاہتے ہیں اور

جمہوریت میں کثرت رائے سے فیصلے ہوتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اسمبلی میں انتخاب کے ذریعہ پہونچنے کی کوشش کریں۔ وہاں آخر سب مسلمان ہی ہوں گے۔ ان کے سامنے اسلامی قوانین لانے ضروری ہیں۔ تاکہ وہ جو قانونی ڈھانچہ بنائیں۔ وہ اسلام ہو۔ اگر علماء اسمبلی میں نہ ہوئے تو اسلامی قانون سے ناواقف لوگ کیسے اسلامی قانون بنا سکیں گے۔ اس لیے علماء کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جانا اور عوام کو ان کی کامیابی کی کوشش میں لگنا عین دین ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت اور کوئی کام فضول ہے۔ انتخاب میں کامیابی کی کوشش سب سے ضروری اور مقدم ہے۔

ان کے نزدیک جس طرح پاکستان کے وجود میں حصہ لینا ضروری تھا اسی طرح اب قانون سازی میں حصہ لینا ضروری ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی اور عوام کی سب کی نیت پاکستان بناتے وقت یہ تھی کہ ہم اسلامی قوانین کی حامل ریاست بنائیں گے۔ اسی لیے یہ نعرہ لگایا جاتا تھا

پاکستان کا مطلب کیا

لا الٰہ الا اللہ

بلکہ یہ حضرات یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر کسی باعمل عالم امیدوار کو کھڑا کیا جائے تو کیا اس کے مقابلہ میں کسی ایسے شخص کا کھڑا ہونا جو نہ علم دین سے واقف ہو نہ اس کی زندگی مذہبی ہو جائز بھی ہے یا نہیں

(۲) دوسرے سوال کا جواب بھی مذکورہ بالا تحریر سے واضح ہو رہا ہے کہ علماء عوام پر فوقیت رکھتے ہیں اس لیے برابری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۳) تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ان کو اپنے برابر کا سمجھے گا تو مساویانہ معاملہ کرے گا جس سے توہین ضرور ہوگی۔ اور ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ رکھنے سے دین کی اہانت ہونے لگتی ہے۔ اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے۔

(۴) چوتھی اور پانچویں بات یہ تھی کہ اگر وہ سیاست میں حصہ لینے لگیں تو ان کی عظمت کس طرح قائم رکھی جائے جبکہ علماء میں خود بھی اختلاف ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کرام صحابہ کرامؓ کے نائب ہیں۔ اس لیے ہم آپ کو صحابہ کرام کے دور اختلاف کی کچھ باتیں بتلاتے ہیں۔ ان سے ہر مسلمان کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

صحابہ کرام میں سخت ترین اختلافی دور سیدنا علیؓ و معاویہ رضی اللہ عنہما کا تھا۔ ہمیں اس دور کو سامنے رکھ کر سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اس دور میں بھی آج کی طرح عوام و خاص اور عالم اور غیر عالم ہوتے تھے۔ وہ سب تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے،

(۱) کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے۔

(۲) کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے۔

(۳) کچھ بالکل یکسو رہے۔

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحیح خلیفہ ہیں ان کو دارالخلافہ میں اہل حل وعقد چنا ہے جب وہ خلیفہ ہوئے تو اُن کا ساتھ دینا اولین فرض ہے اور جو ان کی حکم عدولی کرے وہ نافرمان عاصی ہے سرکشی کرے تو باغی ہے۔ جو حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تک باغیوں سے انتقام نہ لے لیں ہم ان کی اطاعت نہ کریں گے۔ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہیں۔ حالانکہ انہیں سب سے پہلے ان سے بدلہ لینا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اب ہم ان کو بھی دم عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک سمجھنے پر مجبور ہوں گے اور نہ ہم انہیں خلیفہ تسلیم کریں گے نہ ان سے بیعت ہوں گے اور نہ ہی ایسی صورت میں انکار بیعت وغیرہ کا ہمیں گناہ ہوگا۔

جیسا کہ بین الاقوامی دستور ہے امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے امارت قبول فرمانے کے بعد اپنے پسندیدہ گورنر جگہ جگہ مقرر کئے اور گذشتہ دور کے گورنروں کے نام معزول ہو جانے کے حکمنامے تحریر فرمائے جن میں ایک حکمنامہ حضرت معاویہؓ کے معزول ہونے کا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک مسلسل شام کے گورنر چلے آ رہے تھے۔ اور ان کی گورنری پر اہل شام متفق تھے۔ انہوں نے مشورہ کے بعد طے کیا کہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا حکم اسوقت تک نہ مانا جائے جب تک کہ وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے بدلہ نہ لے لیں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ میں دم عثمانؓ کا بدلہ ضرور لونگا لیکن ذرا ٹھہر کر جب ملکی حالات درست ہو جائیں تب ورنہ قاتلین عثمانؓ کی جڑیں قبائل میں پھیلی ہوئی ہیں۔ بغاوت کا اندیشہ ہے جس سے حکومت کا استحکام پارہ پارہ ہو جائے گا۔ البتہ استحکام حکومت ہوتے ہی میں بدلہ ضرور لونگا۔ ان کی اس بات کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہیں مانا۔ اور اختلاف بڑھتا چلا گیا۔ دلائل طرفین کے پاس تھے۔ اور ان ہی دلائل کی وجہ سے ہر ایک اپنے موقف پر پوری طرح جما۔ اور اسی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ وغیرہم کا مال مال غنیمت کی طرح کہیں بھی قبضہ میں نہیں لیا۔ نہ ہی قیدیوں کو غلام بنایا بلکہ ایک دفعہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ ہم میں سے جو قتل ہوتے ہیں شہید ہیں یا نہیں تو ارشاد فرمایا کہ شہید ہیں۔ اس نے دریافت کیا جو ہمارے مقابلہ میں مارے جا رہے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے

فرمایا وہ بھی شہید ہیں[له]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے خوارج نے ایک مرتبہ یہی سوال کیا کہ آپ مقابل جماعت کے قیدیوں کو غلام اور باندیاں کیوں نہیں بنانے انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

اتسبون امکم عائشۃ کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ کو قیدی اور لونڈی بنانا چاہتے ہو۔

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی رویہ رہا۔ انہوں نے بھی ایسی حرکات کو جائز نہیں سمجھا اور اختلاف کے باوجود احترام قائم رکھا۔ بلکہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ والنھایہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں بھی حضرت معاویہ ضرورت کے وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی مالی امداد فرماتے رہے۔

حضرت معاویہؓ نے یہ ادب بھی ملحوظ رکھا کہ حضرت علیؓ کی حیات میں اور آپ کے بعد حضرت حسنؓ سے صلح کے وقت تک اپنے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ نہیں استعمال کیا۔ صرف امیر (گورنر) کا لفظ استعمال فرماتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر لشکروں میں فسادی لوگ نہ ہوتے تو شاید صفین کے مقام پر لڑائی کی نوبت بھی نہ آتی۔ اور اگر یہ حضرات صحابہ نہ ہوتے تو نہ معلوم کتنا خون خرابہ ہوتا۔ اور ساری زندگی لڑائی جاری رہتی۔ اس دور میں اور اس دور کے بعد صحابۂ کرام کا آپس میں اس امر پر اتفاق رہا ہے کہ سب صحابہ واجب الاحترام ہیں۔ ادھر کے ہوں یا اُدھر کے یا یکسو رہنے والے سب کے پاس دلائل تھے اور سب پاکیزہ دل تھے۔ فسادیوں کی شرارتوں نے حالات ایسے بنا دیئے تھے کہ معاملات سلجھائے نہ سلجھتے تھے حتیٰ کہ یہی فسادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنے اور حضرت معاویہؓ زخمی ہوئے۔ اور حضرت عمرو بن العاص ان کے قاتلانہ حملے سے بچ گئے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس دور میں نہیں تھے اور ہمارے ہاتھ کسی فریق کے خون میں نہیں رنگے گئے۔ اس لیے اب ہم اپنی زبانیں کیوں کسی فریق کے خون میں رنگیں۔ اور

---

[له] کیونکہ اگر اختلاف دلائل صحیحہ کی بنیاد پر ہو تو یہی حکم ہے۔ ورنہ حدیث شریف میں آتا ہے القاتل والمقتول فی النار۔ قاتل اور مقتول دونوں آگ میں جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ میں آتا ہے۔ مقتول کیوں جہنمی ہوگا۔ فرمایا انہ کان حریصاً علی قتل صاحبہ کیونکہ وہ بھی تو دوسرے کو قتل کر ڈالنے کی حرص میں مبتلا تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ اسے موقعہ نہ مل سکا۔ اور کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ خود ہی مارا گیا۔

یہی تمام دنیا کے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ چلا آرہا ہے
ان حالات کو تحریر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر علماء میں اختلاف ہو تو وہ دلائل پر مبنی ہوتا ہے اس لیے کسی بھی دُوسرے فریق کو عوام اپنی نظر سے گرا کر اپنا دین تباہ نہ کریں۔ ورنہ اگر عالم کا احترام نہ رہا تو علم دین اور دین دونوں کا احترام دل سے نکل جائیگا اور یہ بہت بڑی تباہی ہے۔
وہ علماء کرام جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے بحالی حکومت مسلمہ اور جہاد آزادی میں لگے رہے ہیں ان کے علمی اور روحانی وارث آج بھی موجود ہیں انہیں تلاش کریں۔ ان کے جتنے بھی قریب ہوں گے۔ ان کی خوبیاں زیادہ نظر آئیں گی۔ وہ دین پر استقامت کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کا دامن نہ چھوڑیں نہ ہی ان کے مقابل آئیں یہ ایسا سنہری موقع ہے کہ جو کچھ آپ کرنا چاہیں گے۔ وُہ ہو جائے گا اور ہم سب یقیناً یہی چاہتے ہیں کہ یہاں اسلام ہی اسلام ہو۔ اور ہمارا حشر خادمین اسلام میں ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔
کونسا مسلمان ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ انگریزی قانون باقی رہے یا کوئی بھی قانون خواہ چینی ہو یا روسی یہاں نافذ ہو۔ اور وُہ قیامت میں انگریزوں اور روسی یا چینی لیڈروں کے ساتھ اٹھایا جائے۔ اور آئندہ آنے والی نسلیں اور اسلام قیامت کے دن اس پر لعنت کریں۔ والعیاذ باللہ
قیامت کے دن یوم ندعوا کل اناس بامامهم (پ۱۵ رکوع ۸) یعنی جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ۔ کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ سوچیئے اور بہت سوچیئے۔ آخرت کو سامنے رکھ کر سوچیئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سامنے رکھ کر سوچیئے پھر فیصلہ کیجئے اور جم جائیے اللہ کی نصرتیں اور رحمتیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔

یہ بات یقینی ہے کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ۔
اور اس بہشت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ تھا ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا میں اور آخرت میں وہاں تمہارے لیے وہ ہے جو کچھ تم مانگو۔

# مجاہدین قدس

آج کل آپ اخبارات میں دیکھتے ہوں گے. کہ مجاہدین ان کے خاندان م مرد و زن اسرائیل اور اس کے ہمنواؤں کی بیخ کنی میں لگے ہوئے ہیں. یہ مقابلہ چیونٹی اور ہاتھی کا ہے مگر یہ لوگ سربکف ہیں ہم ان کی ہمت کی داد دیتے ہیں ان پر اپنی عقیدت کے پھول نثار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسرائیل کے استیصال میں کامیاب فرمائے

# ایک جلیل القدر ہستی کی رحلت

## حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب (میاں چنوں) نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات

بہت ہی زیادہ افسوس و قلق کا مقام ہے کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہجرت کے بعد سے میاں چنوں میں قیام پذیر تھے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.
آپ کی ذات گرامی جن صفات عالیہ کی حامل تھی ان میں سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کو حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ سے براہ راست فیضیاب ہونے کا شرف حاصل تھا. آپ کی وفات ہمارے لیے اس جلیل القدر نشانی کا فقدان ہے. اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں مقام نصیب فرمائے. ہم آپ کے جملہ پس ماندگان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں خواہ وہ نسبی ہوں یا علمی یا روحانی اللّٰھم لا تحرمنا اجرہٗ - آمین

---

# إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

## وفات حسرت آیات جناب الحاج مولانا محمد اکرم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ابھی چند ہی روز کی بات ہے کہ مولانا اور چند دیگر اکابر علماء ریں مصالحت کے لیے ایک نئی کوشش کی تجاویز کر رہے تھے. میں بھی اس گفت گو میں شریک تھا. یہ ۱۸ ر ستمبر جمعہ کے دن نماز مغرب کے بعد کی بات ہے اور اسی شب مولانا کو رات کے ڈیڑھ بجے دل کی تکلیف ہوئی.
عشاء کے قریب مولانا سے ہم جدا ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ کرشنا گلی میں جمعیت کے ایک جلسہ میں شریک ہوئے ، اصرار کرنے پر تھوڑی سی تقریر کی ، اور ناسازی طبیعت کے باعث فوراً ہی مکان پر

واپس چلے گئے۔

آخری دنوں میں ان کی کار سے ایک سائیکل سوار کا حادثہ بھی پیش آیا۔ لواحقین میت بھی اکابر جمعیت کے عقیدت مند حضرات نکلے۔ اور معلوم ہُوا کہ اس مرحوم نے دو ہی ماہ قبل سائیکل چلانی سیکھی تھی۔

مولانا مرحوم کے قلب حساس نے دنیاداروں کی طرح یہ نہ سوچا کہ کیس تو جلد ہی ختم ہو جانے کی توقع ہو گئی ہے پھر فکر ہی کیا۔ بلکہ اس کے برعکس ایمانی تقاضے کے بموجب وہ اس غیر اختیاری فعل پر بھی حسرت و ملال فرماتے رہے۔

ہر وُہ دل جو نیکی سے سرشار ہو۔ اپنے آپ کو خود ہی ملامت کیا کرتا ہے اور یہ کمالِ ایمانی کی نشانی ہے

| | |
|---|---|
| قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے |
| اذا سرتك حسنتك وساءتك | جب تمہیں نیکی سے سرور اور برائی سے دل رنجی |
| سیئتك فانت مؤمن | ہو تو تم صاحب ایمان ہو۔ |

ایسے دل کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ میں چھوٹ گیا تو اب کوئی بات ہی نہیں رہی۔ بس یہی حال مولانا مرحوم کا بھی ہوا۔ وُہ اس بے ارادی فعل پر بہت افسردہ خاطر رہے اور ہو سکتا ہے یہی افسردگی ان کے چراغِ حیات کی خاموشی کا موجب ہُوئی ہو۔ ہم اُس مرحوم کے لیے اور اس کے لواحقین کے لیے بھی ایسے ہی دعاء کرتے ہیں جیسے مولانا مرحوم کے لیے۔

تغمدھم اللہ برحمتہ ورضوانہ فی الدنیا والآخرہ

مولانا کافی عرصہ سے بلڈ پریشر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ لیکن اسلامی نظام لانے کی جدوجہد میں وُہ اپنے آپ کو اور اپنی مرض کو بھولے ہوئے تھے۔ نہ دن کا چین رہا تھا نہ رات کا آرام۔ انہوں نے اپنے لیے اپنی حیات کے آخری دن گزارنے کے لیے اکابر جمعیۃ علماء اسلام کا ساتھ چُنا۔ یہ انتخاب نہایت عمدہ انتخاب تھا جس نے ان کو حسن خاتمہ کی دولت سے نواز دیا۔

جب وُہ ہسپتال میں داخل ہُوئے تو انہوں نے ہدایت کی کہ میرے کام کے لیے نرسیں نہ مامور کی جائیں اگلی شب کا واقعہ ان کے چھوٹے بھائی جناب الحاج محمد افضل صاحب نے بتلایا کہ رات کے ڈیڑھ بجے آنکھ کھلی تو دریافت فرمایا کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ افضل صاحب نے جواب دیا کہ ابھی تو صبح کا وقت نہیں ہُوا۔

اسی طرح سوا بجے دریافت فرمایا کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا وقت تو شروع

ہوگیا ہے۔ مگر ابھی گنجائش ہے۔ پھر جناب افضل صاحب نے نماز پڑھائی اور انہوں نے لیٹے لیٹے اشارہ ہی سے نماز ادا فرمائی۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد وفات ہوگئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ وایانا رحمۃ واسعۃ۔ آمین

بہرحال حسن خاتمہ اس بات کی دلیل ہے کہ گذشتہ اعمال مقبول ہوئے ہیں اور وہ دینی خدمات بخلوصِ دل انجام دیتے رہے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو علماء کا طبقہ وہ گروہ ہے کہ :-

اولئک القوم لا یشقی جلیسھم۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

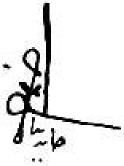

## حضراتِ قارئین کرام سے

قارئین محترم! سلام مسنون۔ انوار مدینہ ایک دینی مدرسہ کا دینی، علمی اور تحقیقی مجلہ ہے اس کے اجراء کی غرض علوم اسلامیہ کی اشاعت کے سوا کوئی نہیں ہے ہم نے اس کی قیمت (اپنے خیال کے مطابق) تمام ماہانہ پرچوں سے کم رکھی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے علمی وتحقیقی مضامین سے متمتع اور مستفید ہوسکیں۔ انشاء اللہ آپ اس کے ہر شمارہ میں دلچسپ معیاری اور بصیرت افروز مضامین دیکھیں گے اور ہر آنے والے پرچے کو پہلے پرچہ سے صوری ومعنوی ہر دو لحاظ سے بہتر اور شاندار پائیں گے۔ اس کی توسیعِ اشاعت میں ادارہ سے تعاون کرنا یقیناً موجبِ اجروثواب ہوگا۔ بنا بریں ہم آپ سے توقع رکھتے ہیں کہ آپ اس کار خیر میں ہماری امداد فرمائیں۔ اور انوارِ مدینہ کو گھر گھر پہنچا کر ثواب حاصل کریں گے۔

# اسلام کیوں؟

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سید محمد میاں دامت برکاتہم

> کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ھرقل عظیم الروم اسلم تسلم (الحدیث)
>
> سید الانبیاء فخر موجودات محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے شہنشاہ روم (ھرقل) کو لکھا تھا۔ اسلام لے آؤ۔ ہر طرح کی سلامتی پا لوگے۔ آپ نے تحریر فرمایا۔ اس بنیادی اصول کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ایک طور پر تسلیم شدہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے کہ گویا خدا کو چھوڑ کر اسے اپنا پروردگار بنا لیا ہے۔

## کیا اسلام ایک فرقہ ہے

انصاف پسند شریف انسانوں کی عدالت میں بہت سے مقدمے پیش ہوتے ہیں اور انصاف حاصل کرتے ہیں آج ہم لفظ اسلام کا مقدمہ پیش کر رہے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ ہم انصاف حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

**شکوہ**

بہت بڑا ظلم یہ ہے کہ جو لفظ اس لیے منتخب کیا گیا تھا کہ فرقہ واریت۔ گروہ بندی اور قوم پرستی کے مقابلہ میں امن۔ سلامتی۔ میل جول اور شانتی کی عملی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرے۔ اس کو فرقہ وارانہ لفظ سمجھ لیا گیا ہے اور گروہ پرستی۔ دھڑے بندی کا وہ بہتان اس پر تھوپا جا رہا ہے جس سے اس کی پاک فطرت ہمیشہ گھن کرتی رہی ہے۔

مسلم۔ کی جگہ اگر ہم ماننے والے۔ مان جان والے۔ گردن جھکا دینے والے کا لفظ استعمال کریں (کیوں کہ لفظ مسلم کے یہی معنے ہیں) تو ہم" اسلام" کے اصل مطلب اور منشاء سے زیادہ قریب ہو جائیں گے اور اس کی فطرت کی جھلک ہمارے سامنے آ جائے گی۔

## اسلام کیا ہے

اس پوری دنیا اور دنیا کی تمام حقیقتوں میں یعنی پوری کائنات میں ایک قانون جاری ہے اس کو قانون فطرت کہا جاتا ہے۔ اس قانون کے کچھ تقاضے ہیں۔ کچھ نتیجے ہیں۔ اس کا ایک پس منظر اور بیک گراؤنڈ ہے۔ اس پس منظر (بیک گراؤنڈ) کو اور اس کے تقاضوں اور نتیجوں کو مان لینا۔ اور ان کے سامنے گردن جھکا دینا "اسلام" اور اس سے انحراف و انکار کفر ہے۔

سچائی ایک ہی ہے اور ہمیشہ ایک ہی رہے گی۔ کیونکہ قانون فطرت ایک ہی ہے وہ اٹل ہے اس کا بیک گراؤنڈ امٹ ہے اس قانون کے تقاضے اور ان کے نتیجے ہمیشہ یکساں رہے ہیں اور یکساں رہیں گے۔ لہذا جو حقیقت اور حق (سچ) ہے وُہ بھی ایک ہی رہا ہے۔ اور ایک ہی رہے گا اور سب کے لیے ایک ہی رہے گا۔ یہ سچائی دھرم ہے جس کو عربی میں دین کہا جاتا ہے۔ یہی دین قرآن کے الفاظ میں "اسلام" ہے

ان الدین عند اللہ الاسلام

## نبی اور پیغمبر

اسی سچائی کو پھیلانے کے لیے ناسمجھوں کو سمجھانے اور ہٹ دھرموں پر حجت تمام کرنے کے لیے خدا کے وُہ پاک بندے آئے۔ جن کو رسول۔ پیغمبر۔ پرفٹ۔ رشی یا منی کہا جاتا ہے جن کو ہر فرقہ۔ ہر قوم اور دنیا کی ہر ایک امت اور ملت تسلیم کرتی ہے۔ مگر جس طرح قدرت نے دامن نور کی سلوٹوں میں اندھیری لپیٹ دی ہے۔ پھلوں اور پھولوں کی کروٹوں میں کانٹے اور جھاڑ لگا دیئے ہیں۔ اسی طرح سچائی کے مقابلہ میں غرور، تکبر، اپنی بڑائی، خود غرضی، من کی چاہ، لالچ۔ دھن دولت اور پرانی ریت کی ناپاک محبت، لکیر کے فقیر بنے رہنے کی عادت اور اس طرح کی خراب خصلتوں کے کانٹے بھی بو دیئے۔ اور اس طرح کی اندھیریاں بھی پیدا کر دیں۔ جو اپنے اپنے وقت پر ابھریں۔ اور پھیلیں جنہوں نے سچائی کے پاک وصاف نور کو دھندلا کر دیا۔ اور وُہ حق و سچ جو سب جگہ اور ہر حال میں یکساں تھا اس کو نسل۔ جغرافیہ۔ یا رنگ و روپ کے گھروندوں میں بند کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ مثلاً

اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کی اولاد نے (جنکو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے) سچائی اور حق کو اپنے گھر کی جاگیر بنا لیا۔ اس کی تمام برکتیں بنی اسرائیل کے لیے مخصوص کر دیں۔ یہودا (یعقوب علیہ السلام کے بڑے لڑکے) کے نام پر یہودیت کا ایک ڈھانچہ تیار کیا اور اسی کو سچائی کی کسوٹی اور نجات کا پروانہ قرار دے دیا۔

عیسائیوں نے ان کے مقابلہ میں کسی قدر وسعت نظر سے کام لیا۔ سچائی کو خاندان کے گھروندوں میں بند نہیں کیا مگر اپنے مذہب کا نام عیسائیت اور مسیحیت رکھ کر سچائی اور نجات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات اور ان کی شخصیت کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا کہ اصول پرستی اور حق شناسی ختم ہو گئی یا ایک ضمنی اور ذیلی چیز بن کر رہ گئی۔ اور لازمی طور پر

دھڑے بندی اور فرقہ پرستی کا بیج انسانیت کی کھیتی میں بویا گیا۔

لیکن ان گروہ پرستوں اور دھڑے بندیوں سے بلند ایک اور چیز بھی ہے جس کا نام "انسانیت" ہے جس کی تعبیر ہے اصول پسندی، شرافت، رحم و کرم، عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاق کو عملی جامہ پہنانا۔ جو ایسی بلند و بالا ذات کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو انسان اور انسانیت کا خالق اور پروردگار اور تمام کائنات کا رب اور مالک حقیقی ہے۔ اس انسانیت کا فیصلہ ہے کہ انسان اپنے رب کے سامنے گردن جھکائے۔ اس کی بڑائی کا سکہ دل اور دماغ پر جمائے اس کے احسانات کو پہچانے اور شکر گذار بنے۔

یہ انسانیت رنگ، نسل اور جغرافیہ کی حد بندی سے آزاد ہے ہر ایک انسان میں مشترک ہے وہ صرف اس کو نظروں سے گراتی ہے جو اپنے آپ کو انسانیت سے گرائے جو انسانیت کے تقاضوں کو پامال کرے۔ اور خود اپنے ہاتھوں ذلیل ہو۔

یہ انسانیت مرد اور عورت کا صرف وہی فرق قبول کرتی ہے جو قدرت نے ان کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔ یہ فرق کمزوری اور نزاکت کا فرق ہے جو لازمی طور پر صنف نازک (عورت) کو رحم، مہربانی اور ناز برداری کا حقدار قرار دیتا ہے یہ فرق عورت کو ذلت، خواری یا انسانی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں پس ماندگی کا مستحق نہیں بناتا۔

یہ انسانیت اس غرور سے نفرت کرتی ہے جو دولت، سرمایہ، یا حکومت اور اقتدار کی وجہ سے پیدا ہو۔ وہ ہر ایک دولت مند (لونجی پتی) اور ہر ایک صاحب اقتدار سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اچھی طرح پہچان لے کہ اول اور آخر وہ انسان ہے۔ انسانی برادری کا ایک فرد ہے۔ اس کے بعد وہ اس کا اعتراف کرے۔ کہ جو دولت اس کے ہاتھ میں ہے یا اقتدار کی جس کرسی پر وہ رونق افروز ہے۔ وہ محض قدرت کا احسان اور اس کا انعام اور فضل و کرم ہے۔ جس کی بنا پر اس کا فرض ہے کہ وہ انسانوں کا ہمدرد، انسانیت کا خادم اور اپنے پیدا کرنے والے کا احسان ماننے والا اور شکر کرنے والا بنے۔ نہ یہ کہ وہ ظالم، جابر، خود غرض، ذخیرہ اندوز، لالچی اور بخیل بن کر دولت کی تجوریوں پر اژدہے کی طرح کنڈل مار کر بیٹھ جائے۔

اس انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنوں، پرائیوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، محلہ داروں اور اہل شہر کا حق پہچانے۔ اور جس کا جو حق ہو اس کو ادا کرنے کے لیے مستعد اور سرگرم رہے۔

اس انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ چاند، سورج، آسمان و زمین، انسان و حیوان غرض دنیا کے اس کارخانے کو عبث اور بیکار نہ سمجھے۔ خود اپنے نفس کو آزاد، منہ چھٹ بے لگام نہ قرار دے۔ بلکہ یہ یقین کرے کہ اس کا ہر فعل و عمل

اور ہر ایک قول ایک تخم ہے اور جس طرح گندم سے گندم اور جَو کے بیج سے جَو ہی پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس کے عمل بد قول کا وہ نتیجہ لازمی طور پر رونما ہوگا جو قدرت نے اس عمل کے لیے مخصوص کر دیا ہے جو خود اس پر اور اس کے انجام اور مستقبل پر اثر ڈالے گا۔

پس تقاضائے انسانیت یہ ہے کہ انسان اپنے ہر ایک عمل اور اس کے نتیجے پر نظر رکھے اور کسی وقت بھی مکافاتِ عمل سے غافل نہ ہو۔

انسانیت کی یہ وہ تفسیر ہے جس سے دنیا کا کوئی مہذب اور سنجیدہ انسان انکار نہیں کر سکتا۔ آپ یقین فرمایئے اسی انسانیت کا دوسرا نام "اسلام" ہے۔ جو اس انسانیت کے تقاضے ہیں وہی اسلام کے فرائض ہیں۔ یہ انسانیت جن باتوں اور جن تقاضوں کا مطالبہ کرتی ہے وہی بعینہٖ اسلام کے مطالبات ہیں۔

انسانیت کے تقاضے آپ پہلے پڑھ چکے ہیں اب اسلام کے مطالبات ملاحظہ فرمایئے۔

# مطالباتِ اسلام

اسلام کا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اس ہستی کا اعتراف و اقرار کرے جس نے اس پورے عالم کو پیدا کیا۔ اور اس کا وہ قانون بنایا۔ جس کو قانونِ قدرت اور "فطرت" یا "نیچر" کہا جاتا ہے۔

(۲) پھر اگر آپ قانونِ قدرت میں "اصول ارتقا کو" تسلیم کرتے ہیں تو آپ کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ آپ یہ بھی مانیں اور تسلیم کریں کہ خود آپ کا عمل اور کردار بھی قانونِ ارتقاء سے آزاد نہیں ہے۔ اچھا کردار ترقی کر کے جنت اور سورگ کی نعمتوں کی شکل اختیار کرے گا اور برا عمل و کردار قدرتی ارتقاء کے ساتھ نرک اور دوزخ کی مصیبت بن جائے گا۔

(۳) اسلام اس ہستی کا جو خالقِ کائنات ہے اس طرح تعارف کراتا ہے کہ وہ رب العلمین اور ارحم الراحمین ہے کائنات کے تمام طبقوں کا پیدا کرنے والا۔ پالنے اور پوسنے والا۔ تمام مہربانوں میں سب سے زیادہ مہربان۔ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔ یعنی انسان اور اس کے خالق اور مالک کا باہمی رشتہ محبت اور رحم و کرم کا رشتہ ہے۔ وہ پروردگار ہے یہ پروردہ۔ وہ پالنے والا ہے اور یہ ایسا پالتو (پلا ہوا) کہ جب اس کا وجود ایک جرثومہ (کیڑے) کی شکل میں نہایت مہین اور حقیر تھا[۱]

---

[۱] جو قطرہ (نطفہ) کا بہت ہی ادنیٰ سا جز تھا

جو ایک ایسی وہمی سی چیز تھا جس کا نظر آنا بھی مشکل تھا۔ تب سے ہی اس کی پرورش شروع ہوئی۔ اس وقت سے مناسب غذا فراہم کی گئی۔ اس کی ضروریات کی ذمہ داری لی گئی اور اس محبت، شفقت، دانشمندی اور ایسی بے نظیر ہنرمندی کے ساتھ کہ ممکن نہیں ہے کہ عالم وجود میں اس کی کوئی نظیر کہیں مل سکے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جیسے ہی اس کی ولادت ہوئی اس کے لیے مناسب غذا کا انتظام اس طرح کر دیا گیا کہ کسی بھی زحمت اور محنت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

دیکھیے! ماں کی مامتا بے چین ہو کر بڑی محبت سے اس ننھے بچے کو چھاتی سے لگاتی ہے اس محبت اور پیار کے وقت جہاں اس کا منہ رہتا ہے۔ ٹھیک اسی مقام پر قدرت نے دودھ کے ڈھنے (کوزے) بھر کر رکھ دیئے ہیں یہ ننھا سا بچہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ کسی چیز کی اس کو خبر نہیں تھی، مگر قدرت نے اس کو پیدائش کے ساتھ ہی یہ سکھا دیا تھا کہ کس طرح ماں کے دودھ کو منہ میں لے اور کس طرح اس کو چوس کر دودھ نکالے اور پیٹ میں پہنچائے جہاں وہ خودکار مشین کام کر رہی ہے جو اس دودھ کو چھان کر صاف کر کے پکاتی ہے جس کی اسٹیم جان کا کام دیتی ہے اور جس کے مدبر شدہ اور صاف کردہ اجزاء تن بدن کا جزو بن جاتے ہیں۔

(۴) ہمیں اس بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کی پیدائش کس طرح ہوئی۔ وہ پہلے سے انسان تھا یا بندر سے انسان بنا۔ اسلام جو تصور پیش کرتا ہے اور جس عقیدہ کی تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ رنگ و نسل کے جملہ امتیازات اور جغرافیہ کی تمام حد بندیوں سے بالا ہو کر یہ تسلیم کرو کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں (قرآن حکیم سورۂ حجرات آیۃ ۱۳) ان کا آپس میں ایک ہی رشتہ ہو سکتا ہے۔ یعنی اخوت۔ بھائی چارہ اور مساوات۔

(الف) دنیا کے دانشوروں نے انسان کی تعبیر یہ کی تھی کہ وہ "حیوان ناطق" ہے یعنی تمام حیوانات اور جانوروں کی طرح وہ بھی ایک جاندار، جس کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ اس میں تحقیق و تفتیش اور ریسرچ کی قوت بھی ہے جو اور حیوانات میں نہیں ہے۔ اسلام اس تعریف کو انسان اور انسانیت کے لیے عار سمجھتا ہے وہ یہ توہین گوارا نہیں کرتا کہ انسان کو بھی شیر بھیڑیے یا اونٹ اور ہاتھی کی طرح ایک جانور کہا جائے۔ وہ کہتا ہے کہ "انسان" بہت اونچی حقیقت ہے ایسی اونچی حقیقت جو بحر و بر، صحرا و سمندر، خشکی اور تری۔ کی تمام مخلوق سے زیادہ باعزت اور واجب الاحترام ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیۃ ۷۰)

(ب) ایسی اونچی حقیقت کہ نہ صرف بحر و بر بلکہ پوری فضاء۔ اور فضاء سے اوپر بھی کوئی مخلوق ہے تو اس سب پر اس کو اقتدار بخشا گیا ہے۔

وہ جس کو چاہے مسخر کر سکتا ہے جس کو چاہے اپنے کام میں لا سکتا ہے (سورۂ جاثیہ آیۃ ۱۳ سورۂ لقمان آیۃ ۲۰)

(ج) ایسی اُونچی حقیقت کہ وُہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے یعنی اس تمام کائنات کے خالق اور مالک نے اس کو اس تمام مخلوق پر جس کا تعلق زمین کی دنیا سے ہے اپنا نائب بنایا ہے اور اس کو اس تمام مخلوق پر مالکانہ تصرف کا اختیار دیا ہے (سورۂ بقرۃ آیۃ ۳۰ - سورۂ لقمان آیۃ ۲۰)

(د) ایسی اونچی حقیقت جس سے بلند صرف خالق کائنات اور پیدا کرنے والے کی ذات ہے لہذا وُہ صرف اسی ایک ذات کا پرستار ہوگا اس کے علاوہ اگر کسی اور کی پرستش کرتا ہے تو وُہ خود اپنی توہین کرتا ہے کہ اپنی عظمت اور بڑائی کو ذلت کے گڑھے میں ڈال لیتا ہے (سورۂ حج آیۃ ۳۱)

(۵) عورت بھی انسان ہی ہے وہ بھی اسی عظمت کی مستحق ہے ۔ مرد اور عورت میں فطرت نے ایک فرق رکھا ہے جس کی وجہ سے اس کو "صنفِ نازک" کہا جاتا ہے ۔ یعنی انسان کی وُہ شاخ جو اپنی فطرت میں کمزور ہے مگر اس کمزوری کی بنا پر اس کو حقیر اور ذلیل نہیں کہا جا سکتا ۔ بلکہ مرد پر لازم کیا جائے گا کہ اس کی حفاظت کرے ۔ اس کی ضروریات کا ذمہ دار بنے (سورۂ نساء آیۃ ۳۴)

اس کمزوری کی بنا پر وُہ مستحق نفرت نہیں بلکہ مستحق شفقت مستحق رحم ۔ دلداری اور ایسی رفاقت کی مستحق ہے کہ آپ اس کی پوشاک ہوں اور وُہ آپ کی پوشاک ہو (سورۂ بقرۃ آیۃ ۱۸۷)

اس کمزوری کی بنا پر وُہ کسی حق سے محروم نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کے بھی اسی طرح حق ہیں جس طرح مردوں کے حق عورتوں پر ہیں (سورۂ بقرۃ آیۃ ۲۲)

(۶) اسلام رحم و کرم کا ایک وسیع تصور پیش کرتا ہے اور صرف انسانوں ہی پر نہیں بلکہ ہر جاندار پر رحم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے ۔ اس کا اصرار ہے کہ اگر تم اپنے لیے قدرت کی رحیمانہ فیاضیوں کو ضروری سمجھتے ہو تو اس کا گُر یہ ہے کہ تم رحمت کی بارش دوسروں پر کرو ۔ تم خلقِ خدا کے لیے پیکرِ رحمت بن جاؤ ۔

معاف کرو ۔ درگزر کرو ۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کرے (سورۂ نور آیۃ ۲۲ ، ۲۴)

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

زمین والوں پر رحم کرو ۔ آسمان والا تم پر رحم کرے گا (حدیث صحیح)

(۷) اسلام نے بار بار اعلان کیا ہے کہ اگر تم خُدا سے محبت کرتے ہو تو اس کا امتحان یہ ہے کہ تم خلقِ خُدا سے محبت کرو ۔ اس کے لیے اپنی ہمدردی کا دامن پھیلاؤ اور یہ سمجھو کہ یہ تمام مخلوق جو تمہارے سامنے ہے اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اس کا پروار اور کنبہ ہے ۔

احب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب (اور پیارا) وُہ ہے جو اس کے کنبے (پرِوار) پر احسان کرے

(۸) اسلام نے ذات برادری کے امتیاز پر کاری ضرب لگائی۔ اس نے بڑے زور سے اور پوری مضبوطی سے اعلان کیا کہ تمہیں اس پر ہرگز غرور اور گھمنڈ نہ کرنا چاہیے کہ علماء۔ فضلاء۔ یا نبی اور رسول تمہاری برادری اور تمہاری سرزمین ہی میں آئے ہیں دُنیا کی کوئی اُمت ایسی نہیں ہے جس میں نیک اور پاکباز۔ انسانیت کے سچے خادم اور خُدا کے مقبول بندے نہ گذرے ہوں۔

ہر ایک امت (انسانی گروہ۔ قوم) میں نبی گزرے ہیں (سورۂ فاطر آیۃ ۲۴)

ہر قوم کے لیے ہادی اور رہنما ہُوئے ہیں (آیت ۷ سورۂ رعد)

(۹) یہ تمام پاکباز۔ خادم انسانیت۔ سچائی کے ملنے والے اور پھیلانے والے واجب الاحترام ہیں۔ ان سب کو مانو۔ ان سب پر ایمان لاؤ جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتے ہو۔ اسلام قطعاً برداشت نہیں کرتا کہ خدا کے کسی سچے بندے کی توہین ہو۔ اسلام اس کو کفر قرار دیتا ہے۔ (سورۂ نساء آیۃ ۱۵۰، ۱۵۲)

(۱۰) اسلام کا حکم ہے کہ تمام برگزیدہ اور مقبول بندوں کے احترام کے لیے سینوں کے دروازے کھول دو۔ تاکہ انسانیت کی عظمت دلوں میں جگہ کرے۔ محبت اور بھائی چارہ کا رشتہ ساری دنیا میں پھیلے اور مضبُوط ہو۔

ہمہ گیر امن عالم کی فضا جنم لے۔ بڑھے اور پھولے پھلے۔ بھائی چارہ کے باغ میں بہار آئے (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۸۵)

(۱۱) اگر تاریخی افسانے کسی رہنما کی صورت بگاڑ کر پیش کرتے ہیں لیکن ہزاروں لاکھوں انسان اس رہنما کا احترام کر رہے ہیں۔ تب بھی تمہارا فرض ہے کہ احترام کرنے والوں کے جذبات کا احترام کرو۔ آئینۂ تاریخ کے مقابلہ میں ان جذبات کے آبگینے بہت زیادہ قابلِ وقعت ہیں۔ کوئی ایسا لفظ زبان سے ادا نہ کرو جس سے ان کو ٹھیس لگے۔ (سورۂ انعام آیۃ ۱۰۸)

## (۱۲) دھرم اور مذہب کا نام

ایسا کوئی بھی نام جس سے مساوات و اخوت کی ہموار سطح پر نشیب و فراز پیدا ہو۔ اسلام کے منشا کو پورا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سطح پر جو انسانی شخصیت سامنے آئے گی خواہ وُہ کتنی ہی مقدس اور پاک و صاف ہو کسی نہ کسی قسم کا نشیب و فراز ضرور پیدا کر دے گی۔

حضرت عیسٰیؑ و موسیٰؑ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی قابلِ برداشت نہیں کیونکہ ان ناموں کے ساتھ

شخصی ۔ قبائلی ۔ نسلی یا جغرافیائی امتیازات ضرور ملیں گے ۔ جو ہمہ گیر مساوات و اخوت اور ہمہ گیر انسانیت کے دامن میں کوئی شکن ضرور ڈال دیں گے ۔ لہٰذا صرف وہ تعبیر قابل برداشت اور صحیح ہو سکتی ہے جو مساوات و اخوت عام کی حدود کش اور انسانیت کی طرح ہمہ گیر ہو ۔ اس سے اگر کوئی چیز نمودار ہو تو وہ حقیقت پرستی اور حق آگاہی ۔ یہ عام تعبیر کیا ہے ؟ ۔ ماننا "تسلیم کرنا جس کی عربی " اسلام " ہے ۔ صداقت پر یقین و اعتقاد رکھنا جس کا عربی نام " ایمان " ہے دوسری تعبیر اس کی اگر ہو سکتی ہے تو قدرتی مذہب اور نیچرم دھرم ۔ یعنی " دین فطرت " ۔

ان کے علاوہ یہ بھی گوارا نہیں کہ مسلم کو " محمڈن " کہا جائے یہ نام اسلام یا قرآن نے ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ ان کی ایجاد ہے جو پہلے سے انسانیت کی چادر کو یہودیت یا عیسائیت کی مقراض سے پارہ پارہ کر چکے ہیں ۔ غالباً اس کی تہہ میں یہ جذبہ کام کر رہا ہے کہ جو گناہ خود ان گروہوں اور ٹولیوں نے کیا ہے وہ زبردستی اسلام کے سر منڈھ دیں ۔ مگر اسلام کی تعلیم اور اللہ کا کلام اس سے پاک دامن ہے ۔

(۳) اسلام جس طرح کسی نسلی یا قبائلی غرور کو برداشت نہیں کرتا اسی طرح وہ دولت و ثروت کے گھمنڈ ۔ اقتدار یا حکومت کی نخوت کو بھی سراسر لعنت قرار دیتا ہے ۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ۔ نہایت اختصار کے ساتھ ان تین الفاظ سے اسلام کے حقیقی رجحانات اور اس کی ہمہ گیر اخوت و مساوات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

شیطان[۱] فرعون[۲] قارون[۳]

قرآن حکیم نے ان تینوں پر اتنی لعنتیں برسائیں کہ عام بول چال میں یہ نام گالی تصور کیے جانے لگے ۔ ان کی حقیقت کیا ہے ؟ وہ زیر بحث نہیں ہے قرآن حکیم جس بنا پر ان کو مستحق لعنت قرار دیتا ہے وہ تین چیزیں ہیں (۱) غرور نسل (۲) غرور اقتدار (۳) غرور دولت ۔

نسلی غرور کا دیو شیطان ہے ۔ ملوکیت کا مجسمہ فرعون اور ایسا سرمایہ دار کہ دولت و ثروت کا گھمنڈ اس کے دل کو پتھر بنا دے قارون ہے ۔

یہ تین غرور انسانیت کی مقدس سطح میں اونچ نیچ اور نشیب و فراز کے گڑھے ڈال کر یکسانیت اخوت اور مساوات کو پارہ پارہ کر ڈالتے ہیں ۔ لہٰذا انسانیت کی نظر میں بھی مردود و ملعون ہیں اور وہ خدا جو انسانیت کو بہترین دولت و نعمت بتاتا ہے ۔ اس کی نظر میں بھی معتوب و مبغوض ہیں ۔

(۴) سیاسی دنیا کے وزراء اعظم جو ایٹمی بموں کی ہولناکیوں سے لرزہ براندام ہیں ۔ ان کے دلوں سے پوچھو ۔ کیا وہ مذکورہ بالا اصول کے لیے " رحمت " کے سوا اور کوئی لفظ بھی تجویز کر سکتے ہیں ۔ یہی رحمت ہے جس سے سارے عالم

بلکہ کائنات کے تمام عالموں کو ہمکنار کرنے کے لیے وُہ آخری نبی مبعوث کیا گیا جس کا لقب رحمۃ للعالمین ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)        وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

(۱۵) آخر میں ایک بات سن لیجئے جہاد کے لفظ سے دنیا کو وحشت زدہ کر کے مسلمانوں نے نہیں بلکہ ان کے مخالفین نے بہت کچھ پروپیگنڈہ کیا لیکن یہ سارا پروپیگنڈہ غلط اور ناکام ثابت ہوا کیونکہ جہاد کے جو معنے بیان کیے گئے۔ اسلام کا دامن ان سے پاک ہے۔

جہاد کی غرض وغایت اور اس کا دستور العمل جو قرآن حکیم نے بیان فرمایا۔ یونائیٹڈ نیشنس کا بین الاقوامی چارٹر آج تک اس کی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکا۔

آزادیٔ ضمیر۔ آزادیٔ رائے ذکر یہ ہے مقدس نصب العین جس کے لیے اسلام جہاد فرض کرتا ہے

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع (سورۃ حج)

(ترجمہ) اگر دفاع اور ڈیفنس کا قاعدہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں جاری نہ کرتا۔ تو آزادیٔ ضمیر ختم ہو جاتی ——— ——— اور گرجے، مندر، خانقاہیں، نماز و عبادت، اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب تباہ و برباد کر دی جائیں۔

یہ ہے ڈیفنس اور دفاع کا مقصد۔ اب ایفنس اور اقدام کا مقصد ملاحظہ فرمایئے :-

قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ

(ترجمہ) طاغوتی طاقتوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ (جبر و قہر کا) فتنہ نہ رہے اور دین (دباؤ اور زور کا نہیں) بلکہ خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔

یعنی زیردستوں اور پسماندوں کو یہ موقع مل سکے کہ وُہ آزادی کے ساتھ اپنے مستقبل اور اپنے انجام کے متعلق غور و خوض کر کے فیصلہ کر سکیں۔ بایں ہمہ قرآن حکیم میں "جہاد کبیر" اس کو کہا گیا ہے جو اخلاقی قوت سے ہو۔

وجاھدھم بہ جہاداً کبیراً (سورۃ فرقان)

# اسلامی تعلیمات امن عالم کا بہترین فارمولا

اوپر کے صفحات میں جن تعلیمات کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ ان کے متعلق قرآن حکیم کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے اور غور فرمایئے کہ آج دنیا اگر امن کے لیے بے چین ہے تو کیا ان تعلیمات سے بہتر اور تعلیمات ہو سکتی

ہیں جو امن عالم کا فارمولا بن سکیں ۔

یہ بھی خیال فرمایئے کہ جو تعلیمات پیش کی جا رہی ہیں ۔ قرآن حکیم میں ان کو بار بار دھرایا گیا ہے ۔ اور ان کے متعلق قدرتی مشاہدات ۔ تاریخ کے مسلمہ واقعات ۔ اور خود انسان کے فطری احساسات سے نہایت موثر اور بلیغ انداز میں استدلال کیا گیا ہے ۔ ہم نے تمام آیتوں کو پیش نہیں کیا بلکہ صرف ایک آیۃ کسی جگہ دو آیتوں کے حوالہ کو کافی سمجھا ہے ۔

# "توحید"

اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے کسی کی اس کو ضرورت نہیں ہے ہر ایک ضرورت اور احتیاج سے وہ پاک ہے ( اس کی اولاد نہیں نہ وہ کسی کی اولاد ہے ۔ نہ کوئی اس کا ہمسر اور اس کے برابر ہے (سورۂ اخلاص)
اس کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی ۔ کیونکہ اس جیسا کوئی نہیں ہے ۔ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے ۔ (سورۂ شوریٰ)
نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں وہ تمام نگاہوں کو پا رہا ہے وہ بڑا ہی لطیف اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ۔ (سورۂ انعام آیۃ ۱۰۳)
اس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمینوں پر وہی حیات دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے ۔ ہر چیز پر قادر ہے وہی پہلے ہے وہی پیچھے وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہی ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے (سورۂ حدید آیۃ ۲)

# جتنے نبی اور رسول آئے ان سب کی تصدیق کرو اور ایمان لاؤ

ہر قوم کے لیے رہنما ہوئے ہیں (سورۂ رعد آیۃ ۷) ہر ایک امت (انسانی گروہ ۔ قوم) میں نبی گزرے ہیں ۔ (سورۂ فاطر آیۃ ۲۴)
جتنے نبی گذرے ہیں بلا تفریق سب پر ایمان لانا ضروری ہے (سورۂ بقرہ آیۃ ۱۳۶ (خلاصہ) آیۃ ۲۸۵ (خلاصہ)
وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ان میں سے بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے (سورۂ آل عمران آیۃ ۸۴ (خلاصہ) سورۂ نساء آیۃ ۱۵۰ (خلاصہ)
اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کیا (کہ اس کو نہ مانا ہو) تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں (جو سچے مومن ہیں) ہم عنقریب انہیں ان کے اجر عطا فرمائیں گے ۔ (سورۂ نساء آیۃ ۱۵۲)

# "انبیاء اور رسولوں کی حیثیت"

تمام انبیاء اور رسولوں کا یہی قول رہا ہے ۔ ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہاری طرح کے آدمی ہیں لیکن اللہ جس

کو چاہتا ہے اپنے فضل اور احسان کے لیے چن لیتا ہے" (سورۂ ابراہیم آیۃ ۱۱)

## "رواداری"

جو لوگ خُدا کے سوا دُوسری ہستیوں کو پکارتے ہیں تم ان کے معبودوں کو بُرا بھلا نہ کہو (ان کے حق میں بدکلامی نہ کرو) کہ پھر وُہ بھی حد سے بڑھ کر بے سمجھے بوجھے اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہنے لگیں گے۔

قدرت نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ فکر و عمل اور سب کے سوچنے کا ڈھنگ ایک نہیں ہوتا۔ ہر گروہ اپنی سمجھ کے بموجب اپنی رائے رکھتا ہے۔

تمہاری نظر میں اس کی راہ کتنی ہی بُری ہو مگر اس کی نظر میں وُہ راہ ایسی ہی اچھی ہے جیسی تمہاری نظر میں تمہاری راہ اچھی ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس بارے میں برداشت اور رواداری سے کام لو۔ جس بات کو تم اچھا سمجھتے ہو اس کی دعوت دو۔ مگر اس کی کد نہ کرو۔ کہ سب لوگ تمہاری بات مان ہی لیں۔ تم ان پر پاسبان نہیں بنائے گئے ہو۔ نہ تم پر اس کی ذمہ داری ہے کہ دُوسرے کو ضرور ہی نیک بنا دو۔ خلاصہ آیات (۱۰۴-۱۰۷-۱۰۸ سورۂ انعام سورۂ ہود آیۃ ۱۱۸)

## "دِین و مذہب دل سے ہے" زور زبردستی سے نہیں

دین کے معاملہ میں زور زبردستی کا کوئی موقع نہیں۔ کسی طرح کا جبر و اکراہ دین کے بارے میں جائز نہیں۔

دین کی راہ دل کے اعتقاد۔ اور یقین کی راہ ہے اور دل کی تبدیلی خیر خواہانہ نصیحت اور ہمدردانہ دعوت اور تفہیم سے ہوتی ہے زور و ظلم سے نہیں ہوتی (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۵۵ سورۂ یونس آیۃ ۹۹)

## "انسان کا درجہ اور مقصد"

تمام دنیا انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۸ - سورۂ جاثیہ آیۃ ۱۲، ۱۳)

انسان خدا کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے (سورۃ الذاریات آیۃ ۵۶)

انسان دنیا میں خدا کا خلیفہ اور نائب ہے (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۹)۔

جو انسان اپنی حقیقت اور خداداد حیثیت نہیں پہچانتے وُہ اس گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ فرشتوں کو دیوتا مان کر ان کی پوجا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ رب العالمین اور خالق کائنات نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ سجدہ کریں۔

چنانچہ سب نے سجدہ کیا۔ صرف ایک نے چوں چرا کی تو وہی راندہ درگاہ ہوگیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم (مردود، ملعون) ہوگیا (سورۂ بقرہ آیۃ ۳۴۔ سورۂ اعراف آیۃ ۱۱، ۱۲۔ سورۂ حجر آیۃ ۲۵، ۳۴، ۳۵۔ سورۂ ص آیت ۱، ۷۵، ۸۵)

پس انسان کے لیے کسی طرح بھی جائز نہیں کہ وہ خدا کے علاوہ کسی کے سامنے ماتھا ٹیکے یہ شرک ہے۔ شرک بہت بڑا ظلم ہے (سورۂ لقمان - آیۃ ۱۳)

خود اپنے اوپر ظلم سب سے بڑی خودکشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر ایک مخلوق پر عزت بخشی اور یہ مخلوق کے سامنے پیشانی رگڑ کر اپنی عزت خاک میں ملا رہا ہے اور اپنی انسانیت کو فنا کے گھاٹ اتار رہا ہے۔

## "انسانی بھائی چارہ"

اے انسانو۔ ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف گوت اور مختلف خاندان اس نے بنا دیا۔ کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑی عزت والا (بڑا شریف) وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ (سورۂ حجرات آیۃ ۱۳)

اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجب ہے وہ ان سے (ہنسنے والوں سے) بہتر ہوں۔ اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو۔ نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو (سورۂ حجرات آیۃ ۱۱) نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی کرو۔

(سورۂ حجرات آیۃ ۱۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ تواضع اور عاجزی سے کام لو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مرد کسی مرد کے مقابلہ میں فخر کرے اور بڑائی جتائے نہ یہ کہ کوئی کسی پر ظلم کرے (مسلم شریف)

یہ اسلامی تعلیم سے پہلے زمانہ جاہلیت کی بات ہے کہ لوگ باپ دادوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل و خاندان کے فخر و غرور کو ختم کر دیا ہے۔ اب انسان کی تقسیم اخلاق و کردار کے لحاظ سے ہے کہ کوئی صاحب ایمان اور پرہیزگار ہے اور کوئی بدکار و بدبخت (فاجر و شقی) تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور آدم کی سرشت مٹی سے ہوئی ہے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۳۳)

## "عورت"

تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے بنایا اس کا جوڑ۔ تا کہ اس کی رفاقت میں چین پائے (سورۂ اعراف آیۃ ۱۸۹)

عورتوں کے لیے بھی اسی طرح کے حقوق ہیں مردوں پر جس طرح کے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک خاص درجہ دیا گیا ہے (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۲۸)

اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں (تب بھی تمہارا سلوک اچھا رہنا چاہیے) کیونکہ ممکن ہے تمہیں ایک چیز پسند نہ آئے۔ مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھی ہو (سورۂ بقرہ آیت ۱۹)

# عدل و انصاف

(سورۂ مائدہ آیۃ ۸)

ایسا کبھی نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر ابھار دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ ہر حال میں انصاف کرو۔

# نیکی کیا ہے؟

نیکی اور بھلائی یہ نہیں ہے کہ تم عبادت کے وقت اپنے مُنہ پورب کی طرف پھیر لو یا پچھم کی طرف (یا اسی طرح کی کوئی اور رسم و ریت پوری کر لو)

نیکی یہ ہے کہ انسان (اپنی شخصیت کی تعمیر اور اپنی اصلاح کو نصب العین بنا کر) اللہ پر، آخرت کے دن پر فرشتوں پر۔ آسمانی کتابوں اور خدا کے نبیوں پر اور رسولوں پر ایمان لائے۔ جب خود اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے اس کا مال اس کو محبوب ہو (تو ایثار سے کام لے اور اس مال کو) رشتہ داروں۔ یتیموں۔ مسکینوں۔ مسافروں اور سائلوں کو دے۔ غلاموں یا مقروضوں کی گردن چھڑانے میں خرچ کرے۔ نماز پوری پابندی کے ساتھ قائم رکھے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ اپنی بات کا سچا اور قول کا پابند رہے جو قول و اقرار کرے اس کو پوری طرح نبھائے۔ تنگی یا مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت۔ ہر حال میں صبر اور (ضبط و تحمل) سے کام لے (سورۂ بقرہ آیۃ ۱۷۷)

# حرام کام

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہدو۔ میرے پروردگار نے جو کچھ حرام ٹھہرایا وہ تو یہ ہے۔ بے حیائی کی باتیں جو کھلے طور پر کی جائیں اور جو چھپا کر کی جائیں گناہ کی باتیں۔ ناحق کی زیادتی۔ اور یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری۔ اور یہ کہ خدا کے نام سے ایسی باتیں کہو کہ جس کے لیے تمہارے پاس کوئی علم نہیں (سورۂ اعراف آیۃ ۳۳)

# "جہاد"

**ضرورتِ دفاع** اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا کہ انسانوں کے ایک گروہ کے ذریعہ دوسرے گروہ کو ہٹاتا رہتا . تو دنیا خراب ہوجاتی (امن و انصاف کا نام باقی نہ رہتا) لیکن اللہ تعالیٰ سب جہانوں کے لیے فضل رکھنے والا ہے (سورہ بقرہ آیۃ ۲۵۱)

یعنی لوگوں میں انقلاب کی روح نہ ہوتی اور جو جماعت کسی حالت میں ہے وہ سدا اسی حالت میں چھوڑ دی جاتی تو نتیجہ یہ نکلتا کہ دنیا ظلم و تشدد اور فتنہ فساد سے بھر جاتی اور حق و انصاف کا نام و نشان نہ ملتا .

پس اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ جب کوئی ایک گروہ ظلم و فساد میں منہ چھوٹ ہوجاتا ہے تو مزاحمت کے محرکات دوسرے گروہ کو مدافعت کے لیے کھڑا کر دیتے ہیں اور اس کے اقدام کو روک دیتے ہیں اور اس طرح ایک قوم کا ظلم دوسری قوم کی مقاومت سے رفع ہوجاتا ہے .

# "مذہبی جنگ"

اگر نہ ہوتا ہٹا دینا اللہ کا لوگوں کو . بعض کو بعض کے ذریعہ - تو منہدم کر دی جاتیں راہبوں کی خانقاہیں - عیسائیوں کے گرجے - یہود کے عبادت خانہ اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے . اور اللہ تعالیٰ یقیناً مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی (سورۂ حج آیۃ ۳۹)

یعنی بقاء باہم - امن آشتی - مذہبی آزادی اور حریتِ فکر - بڑی اچھی چیزیں ہیں - انسان اور انسانیت کے بنیادی حقوق ہیں مگر کسی قوم اور ملت کو یہ اسی وقت حاصل ہوتے ہیں اور اسی وقت تک باقی رہتے ہیں جب اس میں دفاع کی قوت اور طاقت ہو . مقصدِ جہاد یہ ہے کہ اگر بنیادی حقوق سلب ہونے لگیں . تو قوت کے ذریعہ ان کو بحال رکھا جائے . اور سلب ہو چکے ہوں تو قوت کے ذریعہ ان کو بحال کرایا جائے .

**مقصد اور منتہا** اور ان لوگوں سے لڑائی جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ ہی کے لیے ہو جائے (سورۂ بقرہ آیۃ ۱۹۳) (سورۂ انفال آیۃ ۳۹)

**فتنہ** مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے . حالانکہ کتنے ہی بے بس مرد ہیں اور کتنی ہی عورتیں ہیں کتنے ہی بچے ہیں جو فریاد کر رہے ہیں . خدایا ہمیں اس بستی سے نجات دلا

(باقی صفحہ پر)

# صحابیت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند

## آفتابِ نبوت سے استفادہ کے مراتب

پھر آفتاب ہی کی اس تمثیل سے آفتاب نبوت کی تاثیر و تربیت اور تعلیم و تزکیہ سے امت کے استفادہ اور منور ہونے کے متفاوت درجات و مراتب بھی کھل جاتے ہیں جن کا معیار آفتاب سے قرب اور بعد ہے یعنی جو اس سے قریب تر ہے وہ اتنا ہی نورانی تر اور متاثر تر ہے اور جتنا آفتاب سے دور ہے اتنا ہی اس کے فیض سے کم مستفید ہے

## درجۂ صحابیت

مثلاً طلوعِ آفتاب کے بعد جو چیز سب سے زیادہ اور سب سے پہلے آفتاب کے آثار سے متاثر ہوتی ہے وہ فضا ہے۔ وہ چونکہ خلقۃً اپنی ذات سے شفاف ہے اور اُدھر آفتاب کے سامنے بلاواسطہ حاضر ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس کے نور و حرارت کا اثر لیتی ہے۔ وہ اس درجہ منور ہوتی ہے کہ باوجود اس کے چمک اٹھنے کے خود اس کی چمک آنکھوں کو نظر نہیں آتی۔ بلکہ آفتاب ہی کی دھوپ اور شعاعیں نظر پڑتی ہیں، اگر فضا میں نگاہ اٹھائی جائے تو فضا کا جو حصہ بھی سامنے آئے گا اس میں سے آفتاب ہی دکھائی دے گا۔ خود فضا کی ہستی نظر نہ پڑے گی۔ گویا وہ اس کے نور میں اس درجہ مستغرق اور فانی ہو جاتی ہے کہ اس کا اپنا تنور کسی کی آنکھ میں نہیں آتا۔ بلکہ آفتاب اس میں سے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا بلاواسطہ دکھائی دے رہا ہے۔ حالانکہ فضا اپنی بے حد وسعت کے ساتھ بیچ میں حائل ہے۔

ٹھیک یہی صورت روحانی آفتاب سے استفادہ کی بھی ہے کہ اس کے عالمگیر آثار سے متاثر تو سب ہوتے ہیں مگر سب سے زیادہ وہ طبقہ متاثر ہوتا ہے جو بلاواسطہ اس سے قریب ہو کر نور لیتا ہے اور وہ طبقہ صحابہ کرام کا طبقہ ہے جو فضا کی مانند ہے، کہ زمین سے بالاتر ہے، اور فلک شمس یعنی آسمان نبوت سے فروتر ہے۔ وہ فضا کی طرح خلقی طور پر خود شفاف ہے جو محض اس کے نور ہی کو دکھلا دینے کی نہیں بلکہ عین آفتاب کو دکھلانے کی کامل استعداد رکھتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آپ نے فرمایا کہ سارے نبیوں کے صحابیوں میں میرے صحابہ منتخب کرلئے گئے۔ یا جیسے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے دل شفاف تھے۔ ان کا علم گہرا تھا۔

ان میں تکلفات نہ تھے، انہیں اقامتِ دین کے لئے پُوری اُمّت میں سے چُن لیا گیا تھا۔ ان کا نقشِ قدم واجب الاتباع ہے وغیرہ جس سے حضراتِ صحابہ کی کمال قابلیت کھلتی ہے جو انہیں انوارِ نبوت کو جذب کرنے کے لئے عطا ہوئی تھی۔ پس وہ فطری شفافی اور کمال قرب کے لحاظ سے بمنزلہ فضا کے ہوئے جو شفاف ہے اور ساری دنیا کی نسبت سے آفتاب سے قریب تر بھی ہے کہ بلا واسطہ از آفتاب جذب کرتی ہے۔ پس انہوں نے ان شفاف سینوں سے اس درجہ آفتابِ نبوت کا نور داثر قبول کیا کہ فضا کی طرح سر تا پا نور بن گئے اور جیسا کہ فضا آفتاب سے متصل اور ملحق ہو کر اس درجہ منور ہو جاتی ہے کہ وہ خود نظر نہیں آتی یعنی وہ خود اپنے کو نہیں دکھلاتی۔ بلکہ صرف آفتاب اور اس کی شعاعوں اور چمک دمک ہی کو نمایاں کرتی ہے۔ ایسے ہی صحابہ اپنی فطری قابلیتوں کی بنا پر اس درجہ پاک قلوب عمیق العلم قلیل التکلف اور بے غل و غش بنا دیئے گئے تھے۔ کہ گویا ان میں خود ان کی کوئی ذاتی خصوصیت باقی نہیں رہی تھی۔ وہ صرف سنن نبوی کے مجسّم نمونے بن گئے۔ اسی لئے حضورؐ نے ان کے عقیدہ و عمل کو اپنے عقیدہ عمل کے ساتھ ختم کر کے انہیں معیارِ حق فرمایا اور اعلان فرمایا کہ سنن نبوت اور سنن صحابہ ایک ہی ہیں جس سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ صحابہ کی دینی خصوصیات خصوصیات نبوی تھیں چنانچہ امت کے بہتّر فرقوں کے بارے میں جب حضورؐ سے یہ سوال کیا گیا کہ ان بہتّر میں ناجی فرقہ کون سا ہے تو فرمایا ما انا علیہ الیوم واصحابی جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں۔

گویا اپنے عقیدہ و عمل کے ساتھ ان کے عقیدہ و عمل کو اس طرح ملا کر بتلایا کہ ان کے عقیدہ و عمل اور حضورؐ کے عقیدہ و عمل کی نوعیت ایک ثابت ہو گئی۔ اور فرقوں کے حق و باطل ہونے کا معیار آپؐ نے خود اپنی ذات بابرکات اور حضرات صحابہ کو ٹھیرا دیا۔

## صحابیت بالاتر از تنقید

پھر جیسے فضا تک کوئی گندگی نہیں پہنچتی۔ اور پہنچائی بھی جائے تو وہ لوٹ کر پہنچانے والے ہی پر گرتی ہے۔ فضا اس سے گندی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی حضرات صحابہ کا طبقہ جو رُوحانی فضا کی مانند ہے۔ امت کی تنقیدوں سے بالاتر ہے۔ اگر ان کی شان میں کوئی طبقہ سب و شتم یا گستاخی یا سوءِ ادب یا جسارت و بے باکی یا ان پر اپنی تنقیدی تحقیر کی گندگی اچھالے گا تو اس کی یہ ناپاکی اسی کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس فضاء شفاف پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ بہرحال حضرات صحابہ فضاء قریب کی مانند ہیں کہ انہیں شفافی میں بھی آفتاب سے مناسبت ہے۔ وہ آفتاب نبوت سے نزدیک تر بھی ہیں بلا واسطہ اس سے ملحق بھی ہیں۔ وہ زمین کی کدورتوں سے بالاتر بھی ہیں۔ اور وہ آفتاب نبوت کے نور میں فانی بھی ہیں کہ اس نور کی نمائش گاہ بن کر رہ گئے ہیں جن میں اپنی خصوصیت بجز انفعال اور قبولِ حق کے دوسری نہیں رہ گئی تھی۔

پس صحابہ کی اس اعلیٰ ترین زندگی کا نور تیز بھی ہے اور پیغمبر سے اقرب ترا ور اشبہ تر بھی ہے۔ کہ اس نے نبوت کی زندگی سے متصل رہ کر اس کی شعاعوں کا نور قبول کیا ہے۔ اس لئے یہ زندگی نہ صرف عزیمتوں کی زندگی اور اولو العزمانہ زندگی ہے کہ ناجائزات کی آڑ لئے بغیر عمل کے اعلیٰ ترین حصہ کو ہی اپنا لیا جائے اور نفس کی راحت طلبوں کو خیرباد کہہ کر عملی مجاہدہ و ریاضت کو ہی زندگی بنا لیا جائے بلکہ یہ زندگی

جامع اضداد بھی ہے جو کمال اعتدال لئے ہوئے ہے کہ ایک طرف نفس کشی بھی انتہائی اور ساتھ ہی ادب شریعت اور اتباع سنن نبویؐ بھی انتہائی اور ایک طرف طبعی جذبات بھی قائم اور دوسری طرف عقلی دواعی اور ملکیت بھی غالب اس کمال اعتدال وجامعیت کے ساتھ یہ زندگی صحابہ کے سوا اُمت کے کسی طبقہ کو طبقاتی حیثیت سے نصیب نہیں۔ احاد و افراد اس زندگی کے حامل نظر پڑیں گے جس میں شرف صحابیت کے سوا سب کچھ ہوگا۔ لیکن طبقہ کا طبقہ ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہو اور ہمہ وقت اخلاص و معرفت کی حدِ کمال کو طے کئے ہوئے ہو۔ طبقہ صحابہ کے سوا دوسرا نہیں جنہوں نے گھربار چھوڑ کر اور نفس کی خواہشات سے منہ موڑ کر صرف و صرف رضائے حق کو اپنی زندگی بنایا۔ طبعی مرغوبات کو شرعی مطلوبات پر قربان کردیا۔ موطن طبیعت سے ہجرت کر کے موطن شریعت میں آکر بس گئے اور شرعی مرادوں کی خاطر نفس کی حیلہ جوئیوں اور راحت طلبیوں سے کنارہ کش ہو کر عزم صادق کے ساتھ ہمہ وقت مرضیات الٰہی اور سنن نبوی کی پیروی میں مستغرق ہوگئے اور اسی کو اپنی زندگی بنالیا۔ اس جامع اور جامع اضداد زندگی کا سب سے زیادہ نمایاں اور حیرت ناک پہلو یہ ہے۔ کہ وہ کلیۃً تارکِ دنیا بھی تھے۔ اور رہبانیت سے الگ بھی۔ دنیا اور دنیا کے جاہ و جلال۔ دھن و دولت و حکومت و سیاست۔ گھر اور زمین جائیداد کے ہجوم میں بھی تھے۔ اور پھر ادائے حقوق میں بے لاگ بھی۔ یہ زن، زر، زمین ان کے تصرف میں بھی تھی۔ اور پھر قلباً ان سب چیزوں سے بے تعلق اور کنارہ کش بھی۔ سو درویش کامل بھی ہیں اور قبائے شاہی بھی زیب تن ہے۔ حکمران بھی ہیں اور دلق گدائی بھی کندھوں پر ہے۔ ممالک بھی فتح کر رہے ہیں اور فقیری کی خُو بھی بدستور قائم ہے

یوں بہم کس نے کئے ساغر و سنداں دونوں؟

انبیاء علیہم السلام کی یہی زندگی ہے کہ بشر بھی ہیں اور ملک بھی۔ نہ طبائع کو ترک کرتے ہیں نہ عقل و فراست کے تقاضوں سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہوتے ہیں۔ خالص طبعی جذبات کی پیروی حیوان کا کام ہے اور طبعیات سے کلیۃً باہر رہ کر محض عقل کلی کی پیروی فرشتوں کا کام ہے۔ لیکن طبعیات کو بحال و قائم رکھ کر انہیں عقلی شعور کے ساتھ عقل کی ماتحتی میں انجام دینا اور حدود سے تجاوز نہ کرنا یہ انسان کا کام ہے۔ مگر انسان کامل فرما کر اس کے مقدس و برگزیدگی کو نمایاں کیا گیا۔ اس لئے جس طبقہ کے افعال، قولی، عقائد، احوال اقوال سب میں یہ کامل اعتدال رچا ہوا ہو۔ وہی طبقہ کامل انسانیت کا طبقہ کہلائے گا۔ سو طبقاتی حیثیت سے یہ کمال بالذات تو انبیاء میں ہوتا ہے اور بالعرض بحیثیت طبقہ ان کے صحابہ میں ان کے بعد طبقاتی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ صرف انفرادی حیثیت باقی رہ جاتی ہے اور وہ بھی اس مقام کو نہیں جس پر یہ طبقہ فائز ہوتا ہے۔ پس صحابہ درحقیقت نبوت کا ظل کامل تھے۔ جن کے طبقہ سے نبوت اور کمالاتِ نبوت پہچانے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی طبقہ کے طبقہ کو بحیثیت طبقہ اللہ و رسولؐ کے یہاں مرضی و پسندیدہ قرار دیا گیا ہے تو وہ صرف صحابہ کا طبقہ ہے جس کی شہادت قرآن اور حدیث نے دی اور

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ، کی دستاویز رضا ان کے لئے آسمانی گفت ہیں

تاقیامت ثبت کر دی گئی ——— کہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقوے کے لئے خالص

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت و اجر عظیم ہے

کے ذریعہ ان کے قلوب کی پاکیزگی کی شہادت دی گئی۔ اور کہیں اولٰئک ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً اور کہیں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا فرما کر ان کے اخلاق کی برتری ثابت کی گئی۔ اور کہیں اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم فرما کر ان کے ہر ہر فرد کو پوری امت کا مقتدا بتلایا گیا جس کی پیروی اور پیروی سے حصول ہدایت میں کوئی ادنیٰ کھٹکا نہ ہو۔ (آفتاب نبوت)

---

## بقیہ اسلام کیوں ؟

جہاں کے باشندوں نے ظلم پر کمر باندھ لی ہے۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا کارساز بنا دے۔ اور کسی کو مددگاری کے لیے کھڑا کر دے۔ (سورۃ نسا آیۃ ۷۵)

ملاحظہ ہو حدیث ابن عمرؓ۔ بخاری شریف صفحہ ۲۲۵ ۔ صفحہ ۶۴۸ ۔ صفحہ ۶۷۰ وغیرہ جس میں فتنہ کی بھی تفسیر کی گئی ہے۔ جو آیۃ کا مفہوم اور مضمون ہے۔ یعنی کسی قوم کا ایسا بے بس ہونا کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز پر عمل نہ کر سکے اور جس کو وہ راہِ حق سمجھے اس کو اختیار نہ کر سکے (واللہ اعلم بالصواب)


## مرنے کے بعد کیا ہوگا

عالم آخرت میں نیک مردوں اور نیک عورتوں کی دوامی زندگی کے روح پرور نظارے گمراہ کن لیڈروں اور ان کی لیڈرانیوں کی لوہے کے گرزوں سے پٹائی۔ ان کے پیچھے چلنے والوں کی چیخ و پکار اور حال دہائی۔

نیز دوزخیوں کے حشر کا روح فرسا منظر دیکھنے کے لئے اور ان کے اثراتِ بد سے بچنے کے لئے مغربی پاکستان کے تمام سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کے لئے ۱۹۷۰ء میں منظور ہونے والی ایک عظیم کتاب۔

"مرنے کے بعد کیا ہوگا"

کا انتخاب سے پہلے پہلے مطالعہ فرمائیں ——— سفید کاغذ۔ عکسی چھپائی صفحات ۲۰۰ ۔ پانچ رنگہ ٹائٹیل مضبوط جلد۔ دنیا بھر کے کسی بھی کتب خانہ سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہمیں لکھیں۔

ناشر:- خواجہ محمد اسلام کھڈیاں خاص ضلع لاہور (پاکستان)

# اسراء و معراج

## ( نقلی اور عقلی بحث )

حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب ادام اللہ معالیہم شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

بعد از سلام مسنون ۔ آنکہ میں بے حد مصروف اور بیمار بھی ہوں ، اس کے باوجود آپ کی فرمائش کی تعمیل میں یہ مختصر تحریر ارسال کی جاتی ہے ۔ اگرچہ اس واقعہ کے بہت سے اجزاء اب تک تشنہ تحقیق ہیں ۔ بہر حال جو کچھ لکھا گیا انشاء اللہ نافع ہوگا ۔ اگر مستقلاً کتابچے کی صورت میں بھی اشاعت ہو تو مفید ہوگا ۔ میں ۱۵ ستمبر خیبر میل سے بہاول پور جاتے ہوئے لاہور سے گزروں گا ۔

احقر شمس الحق افغانی عفا اللہ عنہ

از ترنگ زائی ۔ ضلع پشاور

۱۱ - ۹ - ۷۰

### اسراء و معراج کا فرق

حضور علیہ السلام کے ایک مخصوص سفر و سیر کا نام اسراء و معراج ہے اس سفر کا پہلا زمینی حصہ جو کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک ہے اس کا نام اسراء ہے اور مسجد اقصیٰ سے عالم بالا کی آخری منزل تک کے سفر کا نام معراج ہے ۔ پہلا حصہ سورۂ بنی اسرائیل کے اول میں اور دوسرا حصہ معراج کا سورۂ نجم کے اول میں مذکور ہے ۔ اس واقعہ کی تفصیلات احادیث میں مذکور ہیں ۔ زرقانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج کو ۴۵ صحابہ نے حضور علیہ السلام سے نقل کیا ہے ۔

## آراء مختلفہ دربارۂ معراج

اس واقعہ میں مندرجہ ذیل امور میں اختلاف رائے موجود ہے (۱) معراج کا آغاز کس مکان سے ہوا (۲) یہ واقعہ کس تاریخ کو پیش آیا (۳) اس واقعہ کی کیفیت کیا تھی۔ روحانی یا جسمانی منامی یا انتقاظی (۴) اس سفر کی آخری حد کہاں تک تھی۔

## آغاز معراج

قرآن حکیم کا بیان یہ ہے کہ سفرِ معراج مسجد الحرام سے شروع ہوا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ وہ خدا ہر نقص سے پاک ہے جو رات کو لے گیا اپنے خاص بندے کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ صحیحین میں انس بن مالک نے مالک بن صعصعہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آغاز سفر حطیم او حجر سے ہوا حطیم او حجر چونکہ ایک ہی چیز ہے اور یہ مسجد الحرام میں واقع ہے، لہٰذا یہ روایت قرآن کے خلاف نہیں، نسائی میں ابن عباس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کا آغاز اُم ہانی کے گھر سے ہوا۔ بخاری شریف میں ابوذر کی روایت ہے۔ "فرج سقف بیتی اور انا بمکہ کہ میرے گھر کی چھت پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا۔" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضور کے گھر سے اس سفر کا آغاز ہوا، واقدی کی روایت میں ہے کہ یہ سفر شعب ابی طالب سے شروع ہوا یعنی اس درّہ میں جس میں ابو طالب کا گھر تھا اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں سکونت رکھتے تھے تو بہ لحاظ سکونت سفر کا آغاز حضورؐ کے مسکن یعنی گھر سے ہوا۔ اور باقاعدہ سفر مسجد حرام سے شروع ہوا۔ اور مسجد حرام میں بالخصوص اس جگہ سے جو حجر و حطیم کہلاتا ہے۔

## تعیّن سال
### زمانِ سفرِ معراج

یہ سفر کس سال پیش آیا۔ مختار قول یہ ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ یعنی نبوت کے بارہویں سال نووی نے فتاویٰ میں اس کو مختار کہا۔ اور ابن حزم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

## تعیّن ماہ

معراج کس مہینے میں ہوئی اس میں اگرچہ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ رمضان اور شوال کے اقوال بھی موجود ہیں۔ لیکن امام نووی نے کتاب الروضہ میں ماہ رجب کو ترجیح دی ہے۔ رجب میں ۲۷ رجب کی تاریخ کو ابن عبدالبر نووی عبدالغنی المقدسی نے ترجیح دی ہے۔

## تعیّن رات

اگرچہ اس میں سنیچر اور جمعہ کی شب کی روایت ضعیفہ بھی مذکور ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے۔ کہ معراج کا واقعہ پیر کی رات کو پیش آیا۔ ابن اثیر اور ابن منیرؒ نے اسی کو مختار کہا ہے۔

## کیفیتِ سفرِ معراج

یہ سفر جسم و روح دونوں کے ساتھ بیداری میں ہوا۔ یہی قول جمہور اہل اسلام علماء۔ محققین۔ صحابہ اور تابعین کا ہے۔ اس کے برخلاف بعض اہلِ الحاد

نے اس کو خواب یا روحانی واقعہ قرار دیا ہے۔ اور اس کا حسن بصری حضرت عائشہؓ اور حسن بصری کی طرف انتساب کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ البتہ حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کی روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے سیرۃ ابن اسحاق میں مذکور ہے۔ دونوں کے متعلق صحیح رائے یہ ہے کہ ثابت نہیں ہیں حضرت عائشہ کی روایت کے متعلق روح المعانی میں مذکور ہے "لم یصح عنہا کما فی البحر" شاید یہ روایت درست نہیں جیسے کہ تفسیر بحرالمحیط میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ سے روایت کی سند ان الفاظ میں مذکور ہے۔ "حدثنی بعض آل ابی بکر" یہ روایت مجھ کو ابوبکر کے خاندان والوں میں سے کسی سے پہنچی ہے۔ وہ شخص جو ابوبکرؓ کے خاندان سے تھا مذکور نہیں تاکہ اس کو جانچا جائے۔ راوی نے یہ روایت خود حضرت عائشہ سے نہیں سُنی۔ لہٰذا اصول حدیث کے قواعد کے تحت یہ روایت منقطع۔ مجہول اور مردود ہے۔

حضرت معاویہ کی روایت۔ حضرت معاویہ کی روایت کی سند سیرۃ ابن اسحاق عن یعقوب بن عقبہ بن المغیرہ بن الاخنس۔ یعنی امیر معاویہ سے روایت کرنے والا راوی یعقوب بن عقبہ ہے جس کو امیر معاویہ سے نہ لاقات ہے اور نہ ہی اس نے اس کا زمانہ پایا۔ ائمہ رجال نے لکھا ہے "ھو لم یدرک زمن معاویہ" اس راوی نے حضرت معاویہ کا زمانہ نہیں پایا۔ لہٰذا یہ روایت منقطع مجہول اور مردود ہوئی۔ اس لیے نہ حضرت عائشہ سے یہ ثابت ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔ اور نہ حضرت معاویہ سے۔ لہٰذا ان حضرات کی طرف سے بیداری میں معراج کے سفر کا انکار غلط ہے۔

## درایت

درایت اور عقل کے لحاظ سے بھی حضرت معاویہ کے واقعہ معراج کی بیداری کا انکار غلط ہے۔ واقعہ معراج بالاتفاق ہجرت سے قبل کا ہے اور کم از کم ایک سال ہجرت سے پیشتر کا ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ صغیرۃ السن اور بچی تھیں اور حضورؐ کی زوجیت میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ حضرت معاویہ واقعہ معراج کے وقت مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ واقعہ معراج سے آٹھ نو سال بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ لہٰذا واقعہ معراج میں اُن صحابہؓ کرام کی روایت ہی صحیح ہے جو اس واقعہ کے وقت بڑی عمر کے تھے اور مشرف بہ اسلام تھے اور خود حضور علیہ السلام سے جو کہ صاحب واقعہ تھے۔ انہوں نے واقعہ کی حقیقت سُنی تھی۔ وہ سب روایات صاف دلالت کرتی ہیں کہ یہ واقعہ بیداری اور جسمانی شکل میں پیش آیا۔ نیز رویت باری کے متعلق حضرت عائشہؓ کا انکار اور استدلال بھی جو صحیحین میں مذکور ہے۔ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ اس سفر کے بیداری اور جسمانی صورت میں ہونے کی قائل تھیں۔ صرف آنکھ کے ذریعہ اللہ کو دیکھنے میں متردد

تھیں۔ ورنہ خواب میں خدا کے دیکھنے کا کون انکار کر سکتا ہے۔

## اہل الحاد کے استدلال رویا وغیرہ پر بحث

حدیث شریک "انا بین النائم والیقظان" یا روایت "فاستیقظ" کہ میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا یا یہ کہ پھر حضورؐ جاگے۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ شریک راوی کثیر الغلط ہے اور محدثین نے اس روایت میں اس کی غلطی کی تصریح کی ہے کہ اس نے اپنے بیان میں بے ترتیبی کی ہے۔ دوم یہ کہ امام قرطبی نے اسی حالت کو ابتداء پر محمول کیا ہے کہ جب سفر معراج کے لیے تشریف لے جانے لگے تو آپ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھے پھر بیدار ہوئے یا محدثین کے نزدیک انتہاء سفر پر محمول ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے سفر معراج طے کیا اور واپس مسجد حرام تشریف لائے تو تھکان کی وجہ سے سو گئے پھر بیدار ہوئے۔ اس تطبیق کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ عام مشہور روایات جو اس سفر کی بحالت بیداری جسمانی طور پر ہونے پر دال ہیں یہ روایت ان کے مطابق ہو جائے۔ ورنہ شریک راوی کی روایت کو غلطی پر محمول کرنا پڑے گا کہ اس نے ابتداء سفر یا انتہاء سفر کی حالت کو درمیانی واقعہ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کی آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن کہ ہم نے نہیں کیا اس دکھاوے کو جو آپ نے دیکھا اور برا درخت مگر لوگوں کے ایمان کے لیے۔ اہل زیغ اور الحاد نے جس طرح شریک کی مخلوط روایت سے استدلال کیا۔ اسی طرح اس آیت سے بھی استدلال کیا کہ قصۂ معراج منامی واقعہ ہے۔ کیونکہ معراج کے واقعہ کے لیے آیت مذکور میں لفظ رویا استعمال کیا گیا ہے۔ وہ خواب کے معنی میں ہے۔ یہ استدلال بھی غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ لفظ دکھاوے کے معنی میں عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے خواہ خواب میں دیکھنا ہو یا بیداری میں ہو۔ امام لغت صاحب قاموس نے تصریح کی ہے کہ لفظ رویا چشم کی آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں آتا ہے نیز شعرائے قدیم میں سے راعی نے رویا کو آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ وہ شکاری کی تعریف کرتے لکھتا ہے ؎

وکبر للرؤیا وھش فؤادہ ۔۔۔ وبشر قلبا کان جما بلابلہ

شکاری نے شکار کو دیکھ کر اللہ اکبر کہا اور اس کا دل خوش ہوا اور ایسے دل کو خوشخبری سنائی جس کی پریشانیاں بہت تھیں۔ اس شعر میں جسمانی طور پر دیکھنے کے لیے لفظ رویا کو استعمال کیا گیا ہے۔ متنبی شاعر نے بھی اسی معنی میں رویا کو استعمال کیا ہے۔ وہ اپنے ممدوح عبد بن عمار کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

مضی اللیل والفضل الذی لک لا یمضی ۔۔۔ ورؤیاک احلی فی العیون من الغمض

رات ختم ہوئی اور تیری خوبی ختم نہیں ہوتی۔ تیرا دیکھنا آنکھوں میں نیند سے زیادہ شیریں ہے۔ یہاں لفظ رویا بیداری کی حالت میں استعمال ہوا۔ ان دلائل سے قطع نظر اگر لفظ رویا خواب اور بیداری دونوں حالتوں کے دیکھنے کے لیے مشترک ہے تو خود قرآن نے اس کے بیداری کی حالت میں دیکھنے کے معنی متعین کر دیے کہ قرآن نے اس دکھاوے کو جو حضور علیہ السلام نے معراج میں دیکھا۔ فتنۃ للناس کہہ کر امتحان ایمان قرار دیا اور بموجب روایات اہل مکہ نے امتحاناً حضورؐ سے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے احوال دریافت کیے۔ اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں نہ فتنہ تھا نہ ایمان کا امتحان اور نہ دریافت کی ضرورت۔ خواب میں تو اس سے بڑے واقعات بھی قابل تعجب نہیں ہوتے۔ معلوم ہوا کہ واقعہ بیداری کا تھا۔

## قرآن سے جسمانی معراج کا ثبوت

قرآن حکیم نے سورۃ بنی اسرائیل میں واقعہ معراج کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ جس سے معراج کا جسمانی ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ابتداءِ سفر سے لے کر انتہاءِ سفر تک آپؐ کی ایک جیسی حالت تھی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس واقعہ کا کچھ حصہ جسمانی طور پر بیداری میں ہوا اور کچھ روحانی ہوا اور خواب ہو۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت یہ ہے:

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا... الخ اس قرآنی ارشاد میں جسمانی معراج کے وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ واقعہ کا آغاز لفظ سبحان سے ہوا ہے جو تعجب کے لیے اور اظہار قدرت کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج تعجب انگیز بھی ہے اور ظہور قدرتِ خداوندی کی نشانی بھی ہے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ واقعہ معراج جسمانی ہو۔ خواب نہ ہو۔ کیونکہ خواب کیسا بھی ہو اس میں اللہ کے اعتبار سے نہ تعجب انگیزی ہے اور نہ اس عظیم قدرت کا ظہور ہے۔

۲۔ بعبدہ کے لفظ میں ظاہر کیا گیا کہ اس واقعہ کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہے۔ کیونکہ عبد روح و جسد دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ نہ صرف روح کا۔ ورنہ خدا یوں فرماتا اسری بروحہ لفظ عبدہ عبادت سے ہے اور عبادت جسم اور روح کے مجموعے سے متعلق ہے۔ جیسے سورۃ جن میں حضور علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے: وانہ لما قام عبد اللہ یا سورۃ اقراء میں ارأیت الذی ینھی عبداً اذا صلی عبد سے حضور علیہ السلام کا مجموعہ روح و جسد مراد ہے۔ اسی طرح قرآن میں جہاں کہیں لفظ عبد آیا ہے۔ روح و جسم کے مجموعے کے لیے استعمال ہوا ہے تو واقعہ معراج میں بھی وہی معنی مراد ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ لفظ اسراء ہے۔ جو قرآن اور لغتِ عرب میں روح اور جسم کے مجموعے کو رات کے وقت لے جانے کا نام ہے۔ جیسے حضرت لوط علیہ السلام کو قرآن میں ارشاد ہے۔ "فاسر باھلک"۔ آپ اپنے اہل کو رات کے وقت لے چلو۔ نہ یہ کہ اُن کی روح کو لے چلو۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا حکم ہوا۔ "ان اسر بعبادی لیلاً انکم متبعون"۔ اے موسیٰ میرے بندوں کو رات کے وقت لے چلو۔ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ ان دونوں آیتوں میں وہی لفظ آیا ہے جو واقعہ معراج کے بیان میں آیا ہے۔ یعنی اسراء کا لفظ۔ لیکن دونوں جگہ جسمانی سیر مراد ہے نہ کہ خواب یا رُوحانی سیر اسی طرح واقعہ معراج کو بھی سمجھنا چاہیے۔

## واقعہ معراج پر عقلی بحث

اس واقعہ پر عقلاً چند شبہات پیش کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ کہ اس واقعے کا مقصد اگر خدا کو دیکھنا تھا تو یہ اس سفر کے بغیر بھی ممکن تھا۔ سفر کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ جواب اولاً یہ ہے کہ قرآن نے مقصد سفر بیان کیا ہے "لنریہٗ من اٰیاتنا" کہ اس سفر کا مقصد عالم بالا کی اشیاء کا دکھانا تھا جن کے دیکھنے سے اللہ کی عظیم قدرت کا ظہور ہوتا ہے مثلاً عرش قلم لوح محفوظ۔ سدرۃ المنتہیٰ جنت وغیرہ۔

۲۔ دوم یہ ہے کہ عالم بالا جو گناہوں سے پاک ہے اور عجائباتِ قدرت کا محل ہے۔ وہاں لے جانے میں خاتم الانبیا علیہم السلام کے اعزاز و اکرام کا ظہور ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ اس سفر میں حر و قر یعنی گرمی اور سردی سے حفاظت کا کیا انتظام تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ذلیل انسان نے جب ایئر کنڈیشن کے ذریعے گرمی سردی کا انتظام کیا ہے تو قادرِ مطلق اور خالق کائنات کے لیے یہ کیوں ناممکن ہے۔ جس کے ارادے کے آگے تمام قوانین طبعیّہ زیر فرمان اور مسخر ہیں۔ محققین یورپ نے تصریح کی ہے کہ جس ذات نے قوانین طبعیّہ بنائے ہیں۔ ان میں اس کو مداخلت اور تبدیلی کا بھی حق حاصل ہے۔ ہم نے ان کے مکمل حوالہ جات دوسری تصنیفات میں لکھے ہیں اور کسی قدر میری کتاب علوم قرآن میں بھی موجود ہیں۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ ایسا طویل سفر تھوڑے وقت میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اس شبہے کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱۔ فلاسفہ قدیم و جدید اس امر پر متفق ہیں کہ حرکت کی تیزی اور سرعت کے لیے عقلاً کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی جس زمانے میں جس قدر حرکت ممکن ہو۔ اس زمانے کے کروڑویں حصے میں بھی وہ حرکت ممکن ہے۔ اس بنا پر سرعت حرکت معراجیہ پر شبہ کرنا اور اس کو ناممکن قرار دینا دونوں فلسفوں کے خلاف ہے۔ البتہ مشاہدہ میں ایسی تیز حرکت نہ آنے

کی وجہ سے یہ سفر تعجب انگیز ضرور ہے جیسے جدید تیز رفتار میزائل قبل از مشاہدہ پہلے زمانے میں محل تعجب تھے لیکن اب نہیں۔

۲۔ اس سفر میں جو سواری استعمال ہوئی ہے اُس کو براق کہا جاتا ہے اور برق اور بجلی کی تیز رفتاری ضرب المثل ہے۔ پھر براقیت کے بھی مختلف درجات ہیں۔ اگرچہ عالم سفلی کی بجلی ہو۔ لیکن اگر یہ براقیت عالم علوی کی ہو جن کی قوت ماوراء العقل ہے تو اس کی سرعت بے نظیر ہوگی۔ بالخصوص جب کہ حدیث کے مطابق حد نگاہ کی دُوری اس کے لیے ایک قدم تھا۔

۳۔ اس سواری کا اولاً شوخی کرنا اور پھر جبرائیل ؑ کے جتلانے پر شرم وحیا کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سواری صاحب عقل تھی۔ اگرچہ عقل کو خدا ہر چیز میں پیدا کر سکتا ہے۔ بلکہ ہر چیز میں کسی قدر ہے جیسے کلٌ قد علم صلاتہ وتسبیحہ کائنات کی ہر چیز اپنی دعا وتسبیح کو جانتی ہے سے معلوم ہوتا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ ملکی قوت کو اس سواری کی شکل میں متجسد کر دیا گیا ہو اور یہ سواری ملکی قوت کا مجسمہ ہو اور ملائکہ کے لیے یہ مسافت طے کرنا ایک لمحہ کا کام ہے۔

۴۔ شاہ ولی اللہ اور دیگر محققین صوفیہ کے بیان کے مطابق جسم پر بعض اوقات روح کے احکام غالب آتے ہیں۔ جب کہ روح زیادہ پاک اور لطیف ہو۔ ایسی صورت میں جسم اپنا ثقل چھوڑ کر تابع روح بن جاتا ہے خود اس احقر کا ایک فاضل متقی مرید مولوی بشیر احمد لائل پوری کو دوران ذکر یہ حالت پیش آئی۔ یہاں تک کہ بدن کا ثقل اور دباؤ ختم ہو گیا اور وہ چارپائی جو پہلے بیٹھنے سے دبتی تھی۔ اس حالت کے بعد چارپائی نہیں دبتی تھی۔ اس مضمون کو صدر شیرازی نے اسفار اربعہ میں مدلل بیان کیا ہے۔ تو حضور علیہ السلام کی روح جو افضل الارواح ہے۔ اس کے بھی احکام بدن حضور علیہ السلام پر غالب آگئے اور جس طرح روح کے لیے ملائکہ کی طرح تھوڑے وقت میں عالم بالا کو پہنچنا آسان ہے حضور علیہ السلام کے لیے بھی واقعہ معراج میں ایسا ہوا اور گویا سواری کا ہونا اس صورت میں فقط اعزاز کے لیے تھا۔

۵۔ قدیم فلسفہ میں پتھر کا اوپر سے زمین پر جلد پہنچنا میلان مرکز کا نتیجہ ہے اور جدید فلسفہ میں کشش زمین کا نتیجہ ہے۔ تو یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ معراج میں روح محمدی کو بوجہ کشش عرش یا کشش الٰہی کے دفعۃً عالم بالا میں پہنچنے کی نوبت آئی ہو اور سواری صرف اعزاز واکرام کے لیے ہو یا دونوں چیزوں کو دخل ہو۔

۶۔ احادیث صحیحہ میں روانگی معراج سے قبل حضور علیہ السلام کا شق صدر کیا گیا اور سینہ آپ کا چیر کر اس میں عالم علوی کی کوئی چیز ڈال دی گئی۔ جس سے آپ کی روحانی قوت میں اضافہ مقصود تھا اور آپ کی ذات میں اس عجیب سفر کے لیے قابلیت اور استعداد پیدا کر کے وہ قوت عطا کرنی بھی مقصود تھی جو ملائکہ کو حاصل ہے تاکہ تھوڑے وقت میں ملائکہ کی طرح یہ سفر بآسانی طے ہو سکے۔ اگرچہ یہ قوت ملکی آپ کے لیے وقتی ضرورت کے تحت ہو اور ملائکہ کے

لیے دائمی۔ کیونکہ اُن کی آمد ورفت کی ضرورت عالم بالا کو دائمی ہے۔

۔۔ روح محمدی جو الطف الاشیاء ہے۔ اس کا ایک رات میں جسم پہ اثر ڈال کر ایک رات میں طویل سفر کرنا اس کی نظیر لطیف اشیاء میں موجود ہے۔ سورج کی شعاع ۹ کروڑ تیس لاکھ میل چند سیکنڈ میں طے کر کے زمین پہ پہنچتی ہے۔ اور شعاع بصری اربوں بلکہ کھربوں میل دور کے ستاروں تک آنکھ کی جھپک میں پہنچ جاتی ہے۔


اچھے لوگوں کی اچھی کتابیں زندگی کی بہترین رفیق ہیں

تبلیغ کا کام کرنے والے اور تبلیغی جماعت کے نصاب کی کتابیں پڑھنے والے حضرات کیلئے

# خوشخبری

تبلیغی نصاب ہدیہ ۱۳/ روپے فضائل صدقات مع فضائل حج ہدیہ ۱۳/ روپے نہایت ہی اعلےٰ کاغذ پر عکسی چھپوائی جا رہی ہیں۔ رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع جو اکتوبر کی ۱۱-۱۲-۱۳ تاریخ کو ہو رہا ہے۔ اس اجتماع سے پہلے پہلے انشاء اللہ کتابیں تیار ہو جائیں گی جو حضرات بذریعہ ڈاک منگوانا چاہیں وہ حضرات مطلوبہ کتب کی قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں۔ مجھے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ جو کہ ان کتابوں کے مصنف ہیں نے حکم دیا ہے کہ معیاری کاغذ لگایا جاوے اور بہترین جلد وغیرہ کروائی جاوے۔ یہ کتابیں صرف تبلیغ کی غرض سے چھپوائی گئی ہیں۔ کتابوں کا معیار بہت ہی بلند رکھا گیا ہے۔

تاجران حضرات کو فی کتاب ایک روپیہ کمیشن دی جاوے گی

اس سے پہلے ہم نے اسلام کیا ہے۔ ہدیہ ۵۰/۳ روپے مرنے کے بعد کیا ہوگا ہدیہ ۲/ روپے نفیس بہشتی زیور ہدیہ ۲۰/ روپے مسنون دعائیں ہدیہ ۱/ روپیہ۔ بہترین کتابیں چھپوا کر دین سے محبت رکھنے والے بھائیوں کی خدمت میں پیش کی ہیں اسکے علاوہ حیاۃ الصحابہؓ اردو عربی تصنیف حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی زیر طبع ہیں انشاء اللہ بہت جلد چھپوا کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاوے گی۔ دعائے خیر کا محتاج

ناشر۔ خواجہ محمد اسلام کھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

ہماری کتابیں لاہور میں ملنے کا پتہ:۔ ادارہ اشاعت دینیات لاہور پیپر مارکیٹ آبکاری روڈ انارکلی لاہور

ساہیوال میں ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ رشیدیہ غلہ منڈی ساہیوال

## ایقانِ دانش

# شبِ معراج

گردوں پہ تھا اس خاک کا چرچا شبِ معراج
جاگا تھا مدینے کا نصیبا شبِ معراج

اجمال تھا "تفصیلِ صفاتی" سے گریزاں
کس جوش میں تھا ذات کا دریا شبِ معراج

ہر سانس پہ کھلتے تھے خلاؤں میں دریچے
ہر ذرۂ خاکی تھا ستارا شبِ معراج

تھی عرش پہ انسان کے پاپوش کی آہٹ
دنیا کے محاصل میں تھی عقبیٰ شبِ معراج

لمحات کے سانچوں میں سمٹ آئی تھیں صدیاں
اِمروز تھا آئینۂ فردا شبِ معراج

جلوے بھی نہ تھے عابد و معبود میں حائل
بے واسطہ تھے بندہ و مولا شبِ معراج

ہر سُو تھے خلاؤں میں رواں کیف کے جھونکے
تھی کاہکشاں نور کا دریا شبِ معراج

خوش کام تھے اطرافِ جوانب کے مناظر
تھی لاکھ سویروں کا سویرا شبِ معراج

پھولوں میں بڑھا رنگ ستاروں میں تجلّی
بر آئی دو عالم کی تمنّا شبِ معراج

وہ موجۂ گرداب تھے الطاف و کرم کے
ناپید تھا رحمت کا کنارا شبِ معراج

پائی نہ رسُولانِ سلف نے یہ بلندی
تھا زیرِ قدم عرشِ مُعلّیٰ شبِ معراج

اللہ نے خود چشمِ پیمبر سے اُٹھایا
موجُودیتِ خلق کا پردا شبِ معراج

اک سمت تو اُمّت کے گناہوں پہ نظر تھی
اک سمت تھا سرمایۂ عقبیٰ شبِ معراج

تھی اپنے شبابوں پہ بالیائے خداوند
ضَو ریزیِ مہتاب و ثریا شبِ معراج

ہر بات سے اک بات کا امکان تھا روشن
ہر حُسن سے سو حُسن تھے پیدا شبِ معراج

اس بات میں خاموش ہیں اب تک کے مہندس
کس رُخ پہ بہا وقت کا دھارا شبِ معراج

اس اوجِ نبوّت کی خبر کس کو تھی دانشؔ!
اللہ رے انسان کا رُتبہ شبِ معراج

# سلوک وقت کی ضرورت ہے

ذیل کے کلمات مقدسہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے ایک خاص مجلس میں ارشاد فرمائے تھے جنھیں اُس وقت مولانا محمد افضال الحق نے قلم بند فرمائے تھے۔ ہم ان مبارک کلمات سے انوار مدینہ کو مزین کرنیکا شرف حاصل کرتے ہوئے رُوحانی انبساط محسوس کرتے ہیں

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

میں سلوک و تصوف کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر ضعف کی وجہ سے آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں احسان کی بہت تعریف کی ہے۔

انّ رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین ۔ اِنّ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات ۔ اُولٰئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیّاٰتھم ۔ للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ ۔ اِنّ اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ۔

اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے "احسان" اور "محسنین" کی تعریف فرمائی ہے جس سے "احسان" کا مقصود و مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام ایمان اور احسان کا سوال کیا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف فرمائی ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ احسان یہ ہے کہ عبادت کی حالت میں خیال ایسا ہو کہ گویا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ غلام جب اپنے آقا کو دیکھ کر کام کرتا ہے تو خشوع و خضوع کی کوئی حالت نہیں چھوڑتا جس کو اپنے اندر پیدا نہ کر لیتا ہو یہی حالت اللہ تعالیٰ کی عبادات میں ہونی چاہیئے اسی کا نام "احسان" ہے اسی احسان کو حاصل کرنے کے لئے تصوف کے تمام کام کئے جاتے ہیں ہم عبادت کرتے ہیں تو زبان پر فاتحہ شریف اور کلام اللہ ہوتا ہے اور دل تجارت، اہل و عیال اور دنیاوی ضرورتوں میں لگا رہتا ہے یہ "تو احسان نہ ہوا یہ تو غفلت ہوئی احسان تو اس طرح ہونا چاہیئے جس طرح مالک کے روبرو غلام رہتا ہے، یہ احسان حاصل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے جو کام کئے جاتے ہیں اسے "سلوک" کہتے ہیں، حضرات صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں دو چیزیں

مقصود ہوتی تھیں، ایک حضور مع اللہ اسی کو احسان کہتے ہیں، دوسری شکل وصورت اخلاق و عادات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی ہونی چاہییں متقدمین اخلاق و عادات کے درست کرنے کو مقدم رکھتے تھے جس سے انسان کے دل سے ریا، سمعہ، عُجب، کبر، بغض وغیرہ کو دور کیا کرتے تھے اس میں سالہا سال لگ جاتے تھے اس کے بعد حضور مع اللہ کی تعلیم دیا کرتے تھے اس میں عمریں لگ جاتی تھیں اور بسا اوقات حضور حاصل ہونے سے پہلے سالک کی زندگی ختم ہو جاتی تھی متاخرین نے احسان یعنی حضور کو مقدم رکھا ہے اسی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے جس کے ساتھ ساتھ اخلاق کی وابستگی کی بھی کوشش ہوتی رہتی ہے اور خود حضور کی کیفیت سے آہستہ آہستہ اخلاق کی اصلاح ہوتی چلی جانے گی ایسی کوششوں کا نام اب سلوک وتصوف پڑ گیا ہے دورِ صحابہ میں احسان کی کیفیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف صحبت کی برکت سے حاصل ہوتی تھی آپ کے انوار سے دل کی گندگی دُور ہو جاتی تھی اور حضور حاصل ہو جاتا تھا لیکن زمانہ جیسے جیسے گزرتا گیا محنت اور ریاضت کی ضرورت بڑھتی گئی غیر اللہ کا تعلق اور دنیا کی محبت کی وجہ سے جو میل کچیل دل میں بڑھ گیا اسے دور کرنا پڑا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ہر چیز کے صاف کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے جس سے اس کی گندگی اور زنگ دور کیا جاتا ہے اور دلوں کی صفائی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اس ذکر سے دل کی صفائی کا جو کام کیا جاتا ہے اس سے حضورؔ حاصل ہو جاتا ہے ______ اور اسی کا نام سلوک ہے اور اس کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں نقشبندیہ کے یہاں ذکر آہستہ آہستہ ہے قادریہ اور چشتیہ کے یہاں ذکر بالجہر ہے ذکر جہری سے دل صاف ہو جاتا ہے، سہروردیہ کے یہاں وظائف ونوافل بہت ہیں، شاذلیہ درود شریف کی بہت کثرت پر زور دیتے ہیں مگر آخر میں سب ایک جگہ آکر جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ہے مراقبہ ذات باری کا یعنی حضور واحسان حاصل ہو جائے۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ بہر حال دل کی صفائی کے جو طریقے ہیں وہ ہی سلوک ہیں۔

## مراتب تصوف

سلوک وتصوف کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ احسان کا نام ہے جسے قرآن مجید میں بار بار کہا گیا ہے مشائخ کے نزدیک احسان کا کم از کم مرتبہ ملکۂ یادداشت ہے یعنی دل میں اتنی قوت اور اتنا رسوخ پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو سکے اس کے بھی مراتب ہیں بعض اس درجہ ترقی کر جاتے ہیں کہ کسی وقت اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے سوتے جاگتے چلتے پھرتے ہر حال میں یاد رکھتے ہیں

یہ چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسی حاصل ہو جاتی تھی کہ کہیں رہیں دنیا کے کسی کاروبار میں مشغول ہوں اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے تھے یاد دو طرح کی ہوتی ہے ایک لفظ اللہ اللہ یعنی اسم ذات کی یا دلفظ اللہ الرحمٰن وغیرہ اسم ہے یہ کم مرتبہ کا ذکر ہے دوسرا ذکر مسمّٰی کا

ذکر ہے مسمی ذات مقدسہ ہے جو رازق ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کیا ہے ذات اور مسمی کا ذکر اصل اور اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے جو بہت محنت سے حاصل ہوتا ہے جب قلب میں اس کا رسوخ پیدا ہو جاتا ہے تو اسے ملکہ یادداشت کہتے ہیں اسکے بعد ذکر سے غفلت نہیں ہوتی جب یہ ملکہ یادداشت کسی اللہ کے بندے میں پیدا ہو جاتا ہے تو اسے اجازت دیدی جاتی ہے میں آج مندرجہ ذیل دو بنگال آسام کے ایک بخاری صاحب اور بہار کے لوگوں کو اجازت دیتا ہوں جنہوں نے محنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے مگر اس سے آدمی میں کبر اور گھمنڈ نہیں پیدا ہونا چاہیئے عبادت میں ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیئے جتنا بھی آگے بڑھے اتنا ہی ڈرنا ضروری ہوگا

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس کی رحمت مانگنی چاہیئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی تقدس کے باوجود سب سے زیادہ اللہ سے خوف کھایا کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رات کے وقت تہجد پڑھنے میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہانڈی کے پکنے سے آتی ہے اس طرح حضور راتوں کو رویا کرتے تھے کسی وقت مطمئن نہ ہونا چاہیئے ہر وقت ڈرنا چاہیئے جب تک ایمان پر خاتمہ نہ ہو جائے کسی کو حقارت سے نہ دیکھے سب سے مل جل کر رہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے یاد باری سے غافل نہ ہو۔

## دو اہم مضامین کی معذرت

- حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے مضمون عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن سفر پیش آجانے کی وجہ سے یہ شمارہ ان کے تازہ مضمون سے محروم رہا۔ انشاء اللہ آئندہ کوشش رہے گی کہ ہر شمارہ حضرت کے نگارشات قلم سے آراستہ و مزین ہو۔
- حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب مدظلہ نے بھی اس شمارہ کے لیے مضمون عنایت فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن کچھ تو اتفاقی مصروفیات زیادہ پیش آئیں اور کچھ خود علامہ اور ان کے بعض اہل خانہ کی ناسازی طبع رکاوٹ بنی۔ خدا نے چاہا تو آئندہ کوئی شمارہ (جیسے کہ علامہ صاحب کا بھی ارادہ ہے) علامہ صاحب کے رشحات قلم سے محروم نہ ہوگا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ علامہ صاحب اور آپ کے تمام اہل خانہ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے

(ادارہ)

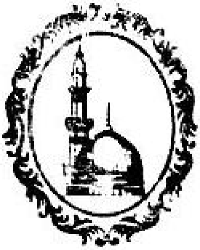

# نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بقلم الاستاذ عبد المنان الدہلوی

يَا قَلْبُ مَا لَكَ لَا عِلْمٌ وَّلَا عَمَلٌ وَلَا وُجُوبٌ وَّلَا فَرْضٌ وَّلَا نَفَلٌ
اے دل تجھے کیا ہوا! نہ تیرے پاس علم ہے نہ عمل نہ وجوب پر عمل ہے نہ فرض پر نہ نفل پر

وَلَا خُشُوعٌ وَّلَا عَجْزٌ وَّلَا نَدَمٌ وَلَا ابْتِهَالٌ وَّلَا خَوْفٌ وَّلَا وَجَلٌ
نہ خشوع ہے نہ عاجزی ہے نہ ندامت نہ تضرع ہے نہ خوف و ڈر

وَلَا شُعُورٌ وَّلَا حِسٌّ وَّلَا حَدَسٌ وَلَا دُعَاءٌ وَّلَا تَقْوٰى وَّلَا شُغُلٌ
نہ شعور ہے نہ حس نہ حساس سمجھ نہ دعاء ہے نہ تقویٰ نہ کوئی مشغلہ

وَلَا خَيَالٌ وَّلَا فِكْرٌ وَّلَا نَظَرٌ وَلَا طَرِيقٌ وَّلَا زَادٌ وَّلَا حِيَلٌ
نہ خیال ہے نہ فکر و نظر نہ راستہ نہ زاد راہ نہ تدابیر

وَلَا كَمَالٌ وَّلَا فَضْلٌ وَّلَا ثِقَةٌ وَلَا كِتَابٌ وَّلَا دِيْنٌ وَّلَا مِلَلٌ
نہ کمال نہ فضل نہ پُر اعتباری (اور گویا) نہ کتاب ہے نہ دین نہ (کسی) مذہب (پر پختگی)

وَلَا شَبَابٌ وَّلَا شَيْبٌ وَّلَا عِبَرٌ وَلَا مَلَامٌ وَّلَا زَجْرٌ وَّلَا عَذَلٌ
نہ (تیرے نزدیک، شباب (کوئی چیز) ہے نہ بڑھاپا نہ عبرتیں نہ ملامت اور نہ ڈانٹ ڈپٹ

وَلَا قَرَارٌ وَّلَا صَبْرٌ وَّلَا خَبَرٌ وَلَا نَهَارٌ وَّلَا لَيْلٌ وَّلَا أُصُلٌ
نہ قرار ہے نہ صبر اور نہ (کسی چیز کی) خبر نہ (تیرا) دن ہے نہ رات نہ (وہ) شامیں

وَلَا صَلَاحٌ وَّلَا زُهْدٌ وَّلَا وَرَعٌ وَلَا إِمَامٌ وَّلَا هَادٍ وَّلَا سُبُلٌ
نہ صلاح ہے نہ زہد و تقویٰ نہ (اب تیرا) امام ہے نہ ہادی نہ راہ

فتاكة يشبهها العسالة الذبل     كمثله لم تر العينان حادثة

آنکھوں نے ایسا دل پھاڑ دینے والا حادثہ نہ دیکھا ہوگا۔ جیسے خشک شدہ (خال شدہ) شہد کا چھتہ

عونا وانت الى اخراك تنتقل     حتى اذا جاء امر الله لست ترى

حتی کہ جب خدا کا حکم (موت) آئے تو تمہیں کوئی مددگار نہ نظر آئے گا اور تم اپنی آخرت کی طرف منتقل ہو جاؤ گے

كما يقوم ذليل خائف وجل     تقوم عند اله العرش مرتعشا

الٰہ العرش کے سامنے کھڑے اس طرح کانپ رہے ہوگے جیسے ایک خوف زدہ اور ذلیل شخص کانپتا ہو

بحالة مالها ان يضرب المثل     ولا ملاذ ولا منجى لمعتذر

اس وقت معذرت خواہ کے لیے نہ کوئی پناہ گاہ ہوگی نہ ٹھکانا۔ ایسی حالت میں ہوگا کہ اسکی مثال دی ہی نہیں جا سکتی

تجر من خذل هل فوقه خذل     هناك تعلم ما قدمته لغد

وہاں تمہیں پتہ چلے گا کہ تم نے کل کے لیے کیا کر کے بھیجا تھا جب: تمہیں رسوائی کے ساتھ گھسیٹا جا رہا ہوگا اس سے زیادہ کوئی رسوائی ہو سکتی ہے

كشوك سعدانة للناس ما عملوا     حول الصراط كلاليب معلقة

پل صراط کے گرد بڑے بڑے کانٹے لگے ہوں گے جیسے سعدان درخت کے کانٹے ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک کو وہ ملے گا جو اس نے کیا ہوگا

امامه خجل من خلفه خجل     فالعين شاخصة والقلب منقلب

تو اس وقت آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور دل (رنگ) بدلتا ہوگا۔ پروردگار کے سامنے خجالت پر خجالت ہوگی

عليه كيف مضت ايامه الاول     يحاسب العبد والاعضاء شاهدة

بندے کا حساب کیا جائے گا اور اعضاء اس پر گواہی دیں گے کہ اس کے پچھلے دن کیسے گزرے

ولا قريب ولا ال ولا نسل     ولا شفيع ولا مال ولا ولد

نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا نہ مال ہوگا نہ اولاد نہ عزیز قریب نہ آل نہ نسل (نہ بچنے کا سامان)

الا اتباع رسول لم يزل يصل     فلا وربك لا حل لمشكلة

پس پروردگار کی قسم اس مشکل کا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے کوئی حل نہیں ہے جو

كيلا تزل بزلات فتنخذل     حل المشاكل من دنيا واخرة

دنیا و آخرت کی مشکلات کا حل کرتی ہی رہی ہے۔ تاکہ کوئی (نفس) پھسل کر رسوا نہ ہونے پائے

بل للعوالم مهداة لمن غفلوا     وجوده رحمة للناس ساترة

لوگوں کے لیے ان کا وجود سراپا رحمت ہے (ایسی رحمت) جو (عیوب کو) چھپائے ہوئے ہے بلکہ تمام ہی عالموں کیلئے رہی حال ہے وہ غافلوں کیلئے ہدایت ہیں

یَسُرُّہٗ اَنْ یَکُوْنَ الْعَبْدُ مُمْتَثِلًا اَحْکَامَ خَالِقِہٖ بِالصِّدْقِ یَمْتَثِلُ

انہیں یہی اچھا لگتا ہے کہ بندہ اپنے خالق کے احکام کا نہایت سچے دل سے طاعت گزار بنا رہے

وَمَنْ عَصٰی رَبَّہٗ مُسْتَکْبِرًا فَلَہٗ نَارُ الْجَحِیْمِ عَلَی الْحَیَّاتِ تَشْتَمِلُ

اور یہ بات معلوم ہے جو اپنی بڑائی میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہوگی جو سانپوں پر مشتمل ہوگی

فَخَارُہُ الْفَقْرُ لَا سَرَّتْہُ ثَرْوَتُہٗ وَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا سَاَرْتَحِلُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فقر ہی فخر تھا انہیں اپنی مالداری سے خوشی نہ تھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرا دنیا سے کیا جوڑ میں تو عنقریب دنیا سے کوچ کر جاؤں گا

اٰلُ النَّبِیِّ وَلَا اٰلٌ کَعِتْرَتِہٖ فِیْ فَاقَۃٍ مُنْذُ اَزْمَانٍ وَمَا اَکَلُوْا

آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقہ میں رہتے تھے کئی کئی دنوں کھانا نہ ہوتا تھا اور آپ کی اولاد جیسی آل کوئی نہیں

نَعَمْ وَعَلَّمَہُمْ اَخْلَاقَ فَاضِلَۃٍ عَلَّامُہَا بَذَلُوْا مَالًا وَمَا بَخِلُوْا

ہاں! آپ نے انہیں اخلاق فاضلہ سکھائے جو انہیں اچھی طرح سیکھ گئے انہوں نے ہمیشہ مال خرچ کیا ہے اور بخل نہیں کیا

وَعَظْمَۃُ الْاٰلِ وَالْاَصْحَابِ ثَابِتَۃٌ تَبًّا لِمُنْکِرِہَا وَیْلٌ لِمَنْ جَہِلُوْا

اور آل و اصحاب کی عظمت ثابت ہے۔ اس کے منکر کا ناس ہو اور جو نہیں جانتا وہ برباد ہو

وَاَہًا لِسِیْرَتِہٖ فَاقَتْ شَمَائِلُہٗ یَا حُسْنَ صُوْرَتِہٖ تَشْتَاقُہَا الْمُقَلُ

کیا کہنے ان کی سیرت پاک کے آپ کی عادات طیبہ سب سے بلند ہیں۔ آپ کی صورت مبارک کیا ہی اچھی تھی جس کی آنکھیں مشتاق رہتی تھیں (اور ہیں)

جَبِیْنُہٗ مَطْلَعُ الْاَنْوَارِ مُشْرِقُہٗ فَالشَّمْسُ اٰفِلَۃٌ وَالْبَدْرُ مُخْتَجِلُ

آپ کی جبیں مبارک کا مشرق ایسا مطلع انوار تھا (جس کے سامنے) سورج بھی ڈوب جاتا اور ماہ تمام شرما شرما جاتا تھا

وَوَجْہُہٗ کَطُلُوْعِ الصُّبْحِ مُنْفَلِقًا فَالْاَرْضُ نَائِرَۃٌ وَالْقَاعُ وَالْقُلَلُ

آپ کا چہرۂ انور ظہور صبح کی طرح سامنے آتا تھا پس زمین اور چٹیل مقامات اور پہاڑ کی چوٹیاں سب منور ہو جاتی تھیں

وَحُسْنُ مَبْسَمِہِ الْوَضَّاءِ مُبْتَسِمًا کَفَتْقِ زَہْرٍ وَعَیْنٌ زَانَہَا کَحَلُ

اور تبسم کے وقت آپکے روشن لبوں کی خوبصورتی ایسے ہوتی تھی جیسے کلی کھل رہی ہو۔ اور آپ کی مبارک آنکھوں کو قدرتی سرمے نے حسن بخشا تھا

وَنَظْرَۃٌ شَفَتِ الْمَرْضٰی وَغُرَّتُہٗ تُرْوِی الْغَلِیْلَ وَلَا مَاءٌ وَلَا بَلَلُ

اور ایسی نظر ہے کہ بیماروں کو شفا بخش دے اور ایسی پیشانی کہ پیاسے کو بغیر اس کے کہ پانی اور نمی محسوس ہو سیراب کرے

وَجَعْدُہُ الْعَطِرُ الْمِعْطَارُ نَفْحَتُہٗ کَمَا النَّسِیْمُ بِصُبْحٍ ہَبَّ یَرْتَفِلُ

آپ کے موئے مبارک مہک میں بہت ہی معطر تھے جیسے صبح کے وقت ہوا (نسیم صبح) اپنے دامن میں (مہک) لیے جاری ہو

وَثَغْرُهُ الرَّائِقُ الْبَسَّامُ مُنْفَلِجًا ۔۔۔ وَمِنْ ثَنَايَاهُ نُوْرٌ وَصْفُهُ غَزَلُ

دہن مبارک عمدہ و پاکیزہ ، تبسم کناں جدا جدا دانت ، سامنے کے مبارک دانتوں سے ایسا نور ظاہر ہوتا تھا کہ اسکا وصف بیان کرنا خود ایک غزل ہوگا

سَوَادُ شَعْرٍ بَيَاضُ الْخَدِّ يَغْبِطُهُ ۔۔۔ فِيْ حُلَّةٍ وَّثِيَابٍ دُوْنَهَا الْحُلَلُ

بالوں کی سیاہی پر سفیدی رخسار رشک کرتی تھی آپ کے جوڑے اور کپڑے ایسے کہ دنیا کے سب جوڑے ہیچ ہیں

لَهُ جَمَالٌ إِذَا مَا زَارَهُ أَحَدٌ ۔۔۔ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ لَهُ بَدَلُ

ایسا جمال تھا کہ جب کوئی دیکھتا تھا ۔ تو کہہ اٹھتا تھا سبحان ربی کیا اس کا بدل اور اس جیسا کوئی ہو سکتا ہے

وَصَدْرُهُ مَخْزَنُ الْأَسْرَارِ مَنْبَعُهَا ۔۔۔ فِيْهِ الْهُدٰى وَالْغِنٰى وَالْجُوْدُ وَالنِّحَلُ

آپ کا سینہ مبارک مخزن اسرار اور منبع اسرار تھا اس میں ہدایت غنی سخاوت اور عطیات تھے

جُوْدُ الْأَكُفِّ كَبَحْرٍ عُبَّ مُلْتَطِمًا ۔۔۔ نَوَالُهُ عَجَبٌ مِقْدَارُهُ جَلَلُ

ہاتھوں کی سخاوت اس سمندر کی طرح تھی جو تلاطم میں ابھر رہا ہو آپ کی سخاوت عجیب تھی اس کی تھوڑی سی مقدار بھی بڑی ہوتی تھی

قَدْ نَالَ مِنْ شَرَفٍ لَا فَوْقَهُ شَرَفٌ ۔۔۔ مُلَقَّبٌ بِحَبِيْبِ اللّٰهِ مُمْتَثِلُ

آپ نے وہ شرف حاصل کیا کہ جس کے اوپر کوئی شرف کا درجہ نہیں آپ کو حبیب اللہ کا لقب عطا ہوا آپ (اللہ کے کامل) مطیع و فرمانبردار تھے

لَهُ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يُشَارِكُهُ ۔۔۔ فِيْهِ نَبِيٌّ وَّلَا بِالْقُرْبِ مُتَّصِلُ

آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ ایک وقت (شب معراج) وہ قرب حاصل ہوا کہ اس میں نہ کوئی دوسرا نبی شریک تھا اور نہ ہی ایسا اور کوئی جو قرب الٰہی پر واصل ہو

فِيْ لَيْلَةٍ بَرَقَتْ بِالنُّوْرِ سَاطِعَةٍ ۔۔۔ مَسِيْرُهُ بِبُرَاقٍ سَيْرُهُ عَجِلُ

اس شب کہ جو نور چمکاتی ہوئی آئی آپ کی روانگی ایسے براق پر ہوئی جو نہایت تیز چلنے والا تھا

فَاقَتْ لَيَالِيْ مِيْزَاتٍ وَّمَرْتَبَةً ۔۔۔ كَلَيْلَةِ الْوَصْلِ لَا كَلٌّ وَّلَا مَلَلُ

وہ شب اور راتوں پر بہت سی امتیازی چیزوں اور مراتب میں فائق تھی جیسے شب وصل فائق ہوا کرتی ہے اس میں نہ ملال تھا نہ بوجھ

كَقَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى دَنَا وَدَنَا ۔۔۔ يُجِيْبُ عَمَّا رَاٰهَا كَيْفَ مَا سَأَلُوْا

جیسے کمان کے دو کناروں کا فاصلہ ہوتا ہے یا اس سے بھی کم نزدیک تھے ، اور جبکہ جب کفار نے سوالات کئے تو آپ جو کچھ وہ پوچھتے رہے اسکے جواب میں جو دیکھا تھا وہ بتلاتے رہے

مُحَمَّدٌ صَاحِبُ الْاٰيَاتِ مُعْجِزَةً ۔۔۔ حَدِيْثُهُ كَزَبِيْبٍ نُطْقُهُ عَسَلُ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب آیات معجزہ ہیں آپ کی حدیث کشمش کی طرح ہے آپ کی گویائی شہد کی طرح

رأس الاتقیاء تاج الاصفیاء سراج السالکین عمدۃ العارفین شیخ الاسلام حضرت مولانا

# السید حسین احمد المدنی قدس سرہٗ

از

(حضرت مولانا صاحبزادہ محمد حنیف اللہ صاحب صدیقی قاسمی)

حسین احمد شیخ الحدیث بالحرم — بعلم وفضل چو او نیست نیز باکرم
بزھد و طاعت و تقویٰ زہمسرے دارد — بحلم وعفو چو اسلاف ثابت القدم

چہ از سیرت آں محتشم بتو گویم؟ — کہ بحر را بہ سخن چوں ادا کنم زفمی
گرت ہواست کہ دریائے معرفت بینی — حسین احمدؒ سید نہ کم زبحر ویم
بہ شکر وصبر ز ایوب بہرہ دارد — بجود وعفو وسخا تبعِ شافع الامم
بہ سندھ شہر کراچی گرش تو میدیدی — چہ کوہ سینہ سپر گشت وقائم بالقدم
بہ جلسہ کہ کسے را نبود یارائے — کہ لب کشاید وظاہر کند من الظلم
بہ قوم ظالمِ افرنگ کرد اعلانے — کہ شیر شرزہ نترسد ز معز والغنم
ز جور وظلم فرنگی کہ بود کرد بیاں — فرنگیاں ہمہ حیراں ز عزم ذی الہمم

بوقت درس حدیثش گرش تو میدیدی
کہ نورِ سترِ شریعت بجامع الکلم

مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری

# نورِ توحید

(۔ ۔ جامعہ مدنیہ، لاہور کے "انوارِ مدینہ" کی ماشاءاللہ اولین اشاعت کے لئے کچھ لکھنے کا حکم ہوا ہے۔ اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق مرحمت فرمائی اور کارکنانِ جامعہ کا سپاس گزار ہوں جنہوں نے حصولِ سعادت کا یہ موقع عنایت فرمایا:۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیرا!

مدینہ طیبہ کے جن انوار و لمعات سے دُنیا منور و مستنیر ہوئی۔ ان میں سب سے اوّل و اہم نورِ توحید ہے، اس لئے انوارِ مدینہ کی اولین اشاعت کے لئے میرے معروضات کا عنوان "نورِ توحید" مناسب و موزوں ہوگا۔:۔ بخاری)

## اللہ کی معرفت

اللہ رب العزت کی معرفت بندے کی فطرت ہے۔ اللہ کا انکار بندے کے بس کی بات نہیں جس طرح بندہ فطرت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر غلہ اور پھل وغیرہ کھاتا ہے۔ مر جائے گا مگر بھوسہ نہیں کھائے گا۔ اسی طرح باقتضائے فطرت بندہ اپنے خالق و مالک کو جانتا اور مانتا ہے چنانچہ تاریخ کے ہر دَور میں عام کفار و مشرکین ہی نے نہیں بڑے بڑے ائمۃ الکفر نے بھی اللہ کی ذات بلکہ صفات تک کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔

قرآن کریم میں صراحت و تفصیل اور تکرار کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ مشرکین مکہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے، بلکہ اللہ کو ہی خالق و مالک، رازق و مدبر امور، غالب و عزیز اور مشکل کشا تک مانتے تھے، آفات و مصائب میں جب گھر جاتے تھے تو خالص اللہ واحد کو پکارتے تھے۔ فَاِذَا غَشِیَہُمْ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (سورہ لقمان)

## اللہ کی عبادت

اللہ واحد کی معرفت اور صفات باری تعالیٰ کے عرفان و ادراک کے ساتھ مشرکین مکہ اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے۔ اللہ کے پرانے گھر کی جس کی مرمت و تعمیر انہوں نے کی تھی۔ وہ مراسم حج ادا کرتے تھے، بیت اللہ کا طواف کرتے تھے تلبیہ پڑھتے تھے۔ اور تلبیہ میں لبیک اللّٰھم لبیک کے ساتھ لا شریک لک کا بھی اعلان کرتے تھے قربانی کرتے تھے۔ صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی نذر و منت بھی مانتے تھے۔ اور یہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ دُکھ سُکھ میں اللہ ہی کو پکارتے تھے، قسمیں بھی اللہ کی کھاتے تھے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ

## آج کے مسلمان

مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ باایں ہمہ عرفان و عبادتِ الٰہی وہ مشرک تھے اور آخرت میں نارِ جہنم کا ایندھن بنے۔ آج عامۃ المسلمین کا بھی بظاہر یہی حال ہے۔ اللہ کے بندے اللہ کو مانتے ہیں،

نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ حج و زیارت بھی کرتے ہیں۔ تسبیح و تہجد کے بھی بعض بعض پابند ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم موحد ہیں اور آخرت میں جنت کے حق دار، حالانکہ اگر مطلق اللہ کی معرفت اور عبادت کا نام توحید ہے تو پھر دُنیا میں کبھی کوئی مشرک نہیں گزرا پھر تو ابوجہل و امیہ تک موحد ہیں اور ولید و عتبہ تک جنت کے مستحق ۔!!

## شیطان کی فریب کاری

شیطان لعین آدمی کا دشمن ہے چونکہ آدم ہی کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر وہ جہنم کا ایندھن بنا اس لئے اس کی بھرپور کوشش یہی ہے کہ اولادِ آدم کو گمراہ کرکے اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے، توحید چونکہ جہنم سے نجات کا واحد ذریعہ اور شرک دخولِ جہنم کا راستہ ہے، اس لئے ابلیس لعین نے لوگوں کو توحید و شرک کی حقیقت سمجھنے ہی نہیں دی۔ آدمی شرک کرکے بھی توحید کا مدعی بنا پھرتا ہے اور ایمان لاکر بھی مشرک کا مشرک رہتا ہے۔ قولہ تعالیٰ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ (یوسف)

## نجات کی واحد صورت

اللہ کے سچے اور آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم سے بچنے اور جنت میں داخل ہونے کی واحد صورت توحید ارشاد فرمائی ہے۔ فرمایا :۔ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (صحیح مسلم)

چونکہ نجات کی واحد صورت توحید ہے اور شرک سے بچ کر ہی انسان جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان پہلے یہ سمجھ لے کہ توحید کی حقیقت کیا ہے

## حقیقتِ توحید و شرک

توحید و شرک کو سمجھنے میں انسانیت نے ہمیشہ یہ ٹھوکر کھائی ہے کہ لوگ اللہ کی معرفت و عبادت کو توحید سمجھتے رہے ہیں اور صرف بتوں وغیرہ کی عبادت کو شرک؛ حالانکہ نہ صرف اللہ کی عبادت توحید ہے اور نہ صرف بتوں کی پرستش شرک! توحید یہ ہے کہ بندہ اللہ کی عبادت کرے اور عبادت صرف اللہ واحد کا حق سمجھے اللہ کے سوا کسی کو عبادت کے لائق و قابلِ تعبد نہ کرے۔ اور شرک یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ شجر و حجر، صنم و قبر، شمس و قمر، جن و ملک، ولی و امام حتیٰ کہ نبی و رسول کی پرستش کرے۔ اللہ کی عبادت کرکے کسی بھی چیز کی عبادت کرے گا تو بندہ مشرک ہو جائے گا۔ بندہ ہزار نمازیں پڑھے۔ تہجد میں راتیں گزار دے۔ لاکھ درود پڑھے۔ تلاوتِ قرآن کرے۔ حاجی ہو۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو۔ مجاہد اور غازی ہو مگر بایں ہمہ کسی بزرگ یا ولی کو ساری عمر میں ایک دفعہ مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے اس طرح پکارے جیسے اللہ کا حق ہے یا نذر و منت مانے بس مشرک ہو گیا۔ اب اگر بغیر توبہ مرگیا تو اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں اور یہ بالیقین جہنمی ہے۔

## بھی اور ہی

تو گویا توحید اللہ کی بھی عبادت کا نام نہیں۔ اللہ ہی کی عبادت کا نام ہے اور اللہ کے ہر نبی اور رسول نے

انسانیت کو اللہ ہی کی عبادت کی دعوت دی ہے اور اللہ کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کی اجازت نہیں دی۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱:- وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون (پارہ ۱۷، سورہ انبیاء رکوع ۲) | اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس کی طرف ہم نے یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو

۲:- قرآن پاک میں اس اجمال کی تفصیل یوں آئی ہے کہ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم سے فرمایا:-

اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ، سورہ اعراف، ہود، مومنون تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں،

**انوارِ مدینہ** توحید کی دعوت اور شرک کی مخالفت تمام انبیاء علیہم السلام کا اجمالی عمل بلکہ ان کا مقصد بعثت و منصب رسالت ہے۔ اب دیکھیے مدنی آقا کی نورانی دعوت بھی یہی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں،

۱:- واعبدوا اللّٰه ولا تشرکوا به شیئا (پارہ ۵ نساء رکوع ۲) | اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔

۲:- فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرك بعبادة ربه احداً (پارہ ۱۶، خاتمہ کہف) | پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے تو وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے،

۳:- آپ کو ارشاد ہوتا ہے

قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا (پارہ ۲۹ سورہ جن رکوع ۲) | آپ کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

**فریب و مغالطہ کی بیخ کنی** ان آیات میں شیئاً اور احداً کا لفظ موجود ہے، احادیث میں بھی شیئاً کا لفظ آیا ہے جس سے اس مغالطہ و فریب کاری کی بیخ کنی ہوتی ہے کہ صرف بتوں کی پرستش شرک ہے، حضرات اولیاء و انبیاء علیہم السلام کی پرستش وغیرہ شرک نہیں۔ آیات و احادیث سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اللہ ہی کی عبادت توحید ہے اور اللہ کے ساتھ ہر چیز اور ہر شخص کی عبادت، پکار وغیرہ شرک ہے اس میں کسی کا استثناء نہیں

**دُعاء و پکار** بعض فریب کار لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ فریب دیتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں حضرات اولیاء اللہ کو مصیبتوں میں پکارنا کوئی شرک نہیں یہ جائز ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- الدعاء مخ العبادۃ (ترمذی) یعنی پکار عبادت کا مغز ہے، قرآن کریم نے بیسیوں مقامات پر اللہ رب العزت کے سوا کسی کو نہ پکارنے کا حکم دیا ہے نبی کریم کا اپنا عمل یہ ہے کہ خدا ہی کو پکارتے ہیں اور اس میں کسی کو خدا کا شریک نہیں ٹھہراتے۔ اپنے ارشاد گرامی میں پکار کو عبادت کا مغز ٹھہراتے ہیں لہٰذا اللہ کے سوا دکھ درد میں کسی کو پکارنا سب سے بڑا شرک ہے۔ خدا ہم سب کو صحیح توحید کو سمجھنے اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور

حضرۃ مولانا اختر علی شاہ رحمہ اللہ

# شاہِ بطحیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شہِ بطحیٰ! شبِ اسریٰ میں کیا با شان و شوکت تھا
جلو میں انبیاءؑ تھے کوکبہ اقبال و دولت تھا

لبھاتا گلشنِ مازاغ کی بلبل کو کیا سدرہ
کھلا جس کی نظر میں حسنِ گلزارِ حقیقت تھا

شبانِ وادیٔ ایمن بھی چڑھنے سے رہا قاصر
عجب کوہِ شکوہِ حضرتِ ختمِ رسالت تھا

صفی اللہ بھی جس وقت بین الماء والطیں تھے
حبیب اللہ اس دم مسند آرائے نبوت تھا

زمیں سے عرش پر پہنچا اور آیا ایک ہی دم میں
براقِ برق طینت یا شعاعِ مہرِ قدرت تھا

○

حافظ نور محمد صاحب انورؔ

# انوارِ مدینہ

رہتا ہوں دل و جاں سے طلبگارِ مدینہ
بے کل ہوں پئے روضۂ سرکارِ مدینہ
ہو ارضِ مقدس میں بسر عمر جو ساری
ہر وقت میں کرتا رہوں دیدارِ مدینہ
مجرم ہوں خطاوار ہوں کچھ بھی ہوں تیرا ہوں
ہو مجھ پہ کرم سیدِ ابرارِ مدینہ
اے چارہ گرو فکرِ مداوا نہ کرو تم!
رہنے دو خدارا مجھے بیمارِ مدینہ
بگڑی مری بن جائیگی بے شک سرِ محشر
مائل بہ کرم مجھ پہ ہیں سرکارِ مدینہ
ہر لحظہ نظر آتے ہیں لمحاتِ قیامت
تڑپاتی ہے جب حسرتِ دیدارِ مدینہ
لاریب سعاداتِ دو عالم کا امیں ہے
وہ قلب کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ
انورؔ ہے یہی اب تو مرے دل کی تمنا
دیکھ آؤں کبھی جا کے میں دربارِ مدینہ

○

سید محمد یحییٰ ہمدانی قصوری

# ساداتِ ہمدانی قصور کے قلمی نوادر

## قسطِ اول

## ساداتِ ہمدانی ـــ مختصر تعارف ـــ مورثِ اعلیٰ

اس برصغیر کے علمی اور متصوف حلقوں میں امیر کبیر علی ثانی حضرۃ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ کا اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ ساتویں صدی ہجری میں اپنے مرشد کے حکم کے مطابق ایران کے مشہور شہر ہمدان سے اپنی آبائی حکومت اور سیادۃ وقیادۃ کی نعمتوں کو چھوڑ چھاڑ کر عازم ہندوستان ہوئے۔ اور جلوہ فرمائے ایرانِ صغیر کشمیر جنت نظیر ہو گئے۔ کشمیر میں شرک وبت پرستی اور کفر والحاد کا دور دورہ تھا لوگ ہندو مذہب اور بدھ مت کے پیرو تھے۔ اور جو لوگ مسلمان کہلاتے تھے وہ غیر مسلموں سے بھی زیادہ رسوم ورواج اور توہمات اور بدعات میں مبتلا تھے۔ حضرۃ امیرؒ ایران سے آتے ہوئے اپنے ہمراہ سات سو سادات علماء کی ایک عظیم جماعت لے آئے تھے۔ آپ نے ان سب کو اس جنت ارضی کو اسلام کی تبلیغ سے صحیح معنوں میں جنت بنا دینے پر مامور فرمایا اور چند سالوں کی محنت، آپؒ کے ساتھیوں کے خلوص اور آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے اس سرزمین کی کایا پلٹ گئی۔ شرک پسند بادشاہوں سے لے کر بت پرست عوام تک سبھی اسلام اور توحیدِ الٰہی کے گرویدہ اور محبتِ نبوی میں والہ وشیدا نظر آنے لگے۔ اور دین کا خوب بول بالا ہوا، شاعرِ مشرق حضرۃ علامہ اقبالؒ، حضرۃ امیرؒ کی انہی مساعی کو یوں خراجِ تحسین وعقیدت پیش کرتے ہیں۔

سید السادات سالارِ عجم — دستِ او معمارِ تقدیرِ امم
تا غزالی درسِ اللہ ہو گرفت — ذکر و فکر از دودمانِ او گرفت
مرشدِ آں کشورِ مینو نظیر — میر و درویش و سلاطیں را مشیر
خطہ را آں شاہِ دریا آستیں — داد علم و صنعت و تہذیب و دیں
آفرید آں مردِ ایرانِ صغیر — با ہنرہائے غریب و دلپذیر
یک نگاہِ او کشاید صد گرہ — خیز و تیرش را بدل راہے بدہ (اقبالؒ)

حضرۃ امیرؒ کچھ عرصہ بعد واپس تشریف لے گئے اور پوری دنیا کی سیاحت فرمائی۔ اس دوران میں دو مرتبہ کشمیر تشریف فرما ہوئے، آخری مرتبہ کشمیر آئے اور کچھ قیام کے بعد جب عازمِ سفر ہوئے تو میدانِ کبیر میں پہنچ کر آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپؒ

کو علاقہ ختلان میں دفن کر دیا گیا۔ جو اس وقت روس کے سرحدی علاقہ میں واقع ہے۔ وقت وفات زبانِ مبارک پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری تھا۔ اور اسی سے آپؒ کا سالِ وفات نکلتا ہے یعنی ۷۸۶ھ۔

## حضرۃ امیر سید علی ہمدانی ——— اوصاف و خصائل

آپؒ صاحبِ کرامات ولی اللہ اور بلند پایہ بزرگ تھے آپؒ نے تین مرتبہ پوری دنیا کی سیاحت فرمائی اور اسی دوران میں تین مرتبہ ہی کشمیر آنا ہوا۔ دورانِ سفر پانچ ہزار سے زائد کامل اولیاء اللہ کی زیارت و صحبت کا موقعہ ملا۔ اور بار ہا خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کشفِ احوالِ مخفیہ میں آپ کو مرتبہ کمال حاصل تھا۔ آپؒ کے ہاتھوں وقتاً فوقتاً جن کرامات و خوارق کا ظہور ہوا ان کا ذکر بجائے خود ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہے۔ کئی لاکھ غیر مسلم آپ کی تبلیغ کی وجہ سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ آپ نے ایک سو سے زائد کُتب تصنیف فرمائیں جن میں سے کئی ایک اب بھی مطبوعہ اور مخطوطہ صورت میں مختلف کتاب خانوں میں موجود ہیں۔

بہت سے مؤرخین اور علماء نے اپنی تصانیف میں حضرۃ امیرؒ کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے چند اقتباسات یہاں نقل کر دینا یقیناً مناسب ہوگا۔

۱:۔ شہنشاہِ ہند سلطان جہانگیر "سرینگر کا ذکر کرتے ہوئے "توزکِ جہانگیری" میں رقمطراز ہیں:

"میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ روزے چند دریں شہر بودہ اند، خانقاہے از ایشاں یادگار است"

(منتخبات توزکِ جہانگیری ص۹۶)

۲:۔ صاحبِ قاموس المشاہیر نے لکھا ہے:

"سید علی بن شہاب الدین ہمدانی "تذکرۃ الملوک" اس کی تصنیف ہے۔ اس میں مذہب اصولِ دین اور بادشاہوں کے فرائض کا بیان ہے" (قاموس المشاہیر ج اوّل ص۳۱ا)

ایک اور مقام پر کشمیر کے وزراء کی فہرست بتلاتے ہوئے لکھا ہے:

"۵، قطب الدین برادر شہاب الدین (وزیر) اس کے زمانہ میں مشہور سید علی ہمدانی کشمیر میں وارد ہوئے"

(قاموس المشاہیر ج دوم ص۱)

۳:۔ صحیح بخاری شریف کی مشہور شرح "انوار الباری" میں ہے:

مظہر علوم ظاہری و باطنی، محدث و فقیہ کامل صاحب کرامات و خوارق تھے۔ ایک سو ستر سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں ۷۷۴ھ میں سات سو رفقاء، و سادات عظام کے ساتھ ہمدان سے کشمیر میں تشریف لائے محلہ علاؤ الدین پورہ میں قیام فرمایا جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے۔ قطب الدین شاہ والیٔ کشمیر، کمال عقیدت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ کشمیر میں آپ کی وجہ سے

اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، تین بار کشمیر تشریف لائے اور تین ہی بار ساری دُنیا کی سیاحت کی۔ آخر میں جب کشمیر سے رحلت کی ۳۳ تو تہتر سال کی عمر میں میدان کبیر میں پہنچ کر انتقال فرمایا اور نعش مبارک کو "ختلان" لے جا کر دفن کیا گیا۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ مجمع الاحادیث، شرح اسماء اللہ الحسنیٰ، شرح فصوص الحکم، ذخیرۃ الملوک، مراۃ التائبین، آداب المریدین، اوراد فتحیہ۔ وقت وفات زبان مبارک پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری ہوا اور یہی آخری کلام آپ کا سنہ وفات ہے۔ (مقدمہ انوار الباری ج دوم)

کشمیر میں سرینگر کے مقام پر حضرۃ امیرؒ کی یادگار "خانقاہ معلیٰ" اور کئی مساجد آج بھی موجود ہیں اور زیارتگہ خاص وعام ہیں۔ اس کے علاوہ راقم الحروف کے ایک مخلص دوست کی روایت کے مطابق بلتستان میں بھی آپ کی تعمیر کردہ مسجد موجود ہے۔ وہاں کے لوگ پہلے بدھ مت کے پیرو تھے حضرۃ امیرؒ کی تبلیغ سے ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ باشندگان کشمیر کی زبانوں پر انتہائی عزت واحترام کے ساتھ آپ کا اور آپ کی اولاد کا تذکرہ آج بھی کشمیر میں آپ کی مساعیٔ اصلاح وتبلیغ کو یاد دلاتا ہے۔ اہل کشمیر اب بھی روزانہ صبح نماز اور تلاوت قرآن مجید کے بعد حضرۃ امیرؒ کے بتلائے ہوئے وظائف کا نہایت شوق سے ورد کرتے ہیں (یہ وظائف "اوراد فتحیہ" نامی کتاب میں جمع کئے ہوئے ہیں)، وہ لوگ انہی وظائف کو پڑھ کر خدا کے حضور اپنی تمناؤں کا اظہار اور اپنی آزادی وخوشحالی کی دعائیں کرکے اپنے دن کا آغاز کرتے ہیں۔

## حضرت سیّد محمد ابن امیر سید علی ہمدانی

حضرۃ امیرؒ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ اور جانشین حضرۃ سید محمدؒ واپس کشمیر میں تشریف لے آئے۔ بادشاہ اور عوام نے آپ بے پناہ عقیدت واحترام اور اعزاز واکرام کے ساتھ ملک میں قیام کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے اپنی باقی عمر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کشمیر میں ہی بسر فرمائی۔ اور اپنے والد گرامی کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اس سرزمین کے عوام وخواص کی اصلاح اور ان کو تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرۃ سید محمد ہمدانیؒ کی وفات کے بعد آپ کے مختلف صاحبزادگان کی اولاد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیل گئی اور یہ حضرات جہاں جہاں بھی گئے، وہاں وہاں انہوں نے اپنی مساعی سے دین حقہ کی شمعیں روشن کیں۔ چنانچہ اس وقت آپ کی اولاد کی دو بڑی شاخیں سادات ہمدانیہ قصور اور سادات ہمدانیہ خیرپور ریاست بہاولپور موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اس خاندان کے کچھ گھرانے دندہ شاہ بلاول ضلع کیمبلپور، رحیم یار خاں، مضافات میانوالی وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔ ان دونوں شاخوں میں آپس کے برادرانہ تعلقات ہیں اور ان میں بڑے بڑے اہل علم وفضل اور اصحاب شعر وادب گزرے، کئی بزرگ بہت خوشنویس اور اہل تالیف وتصنیف تھے۔ راقم حتی الوسع ان سب کا تذکرہ اختصار سے پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔

چونکہ اس مضمون کا اصل مقصد خاندان سادات ہمدانیہ کا تعارف نہیں بلکہ اہل ذوق حضرات کے فائدہ کی غرض سے اس خاندان

مولانا غلام یٰسین

# شعبان کی فضیلت

اس مہینے کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان شہری ورمضان شہر اللہ یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ رجب کا چاند ہوتا تو حضورؐ فرماتے: اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان الٰہی رجب اور شعبان میں ہمیں برکت دے اور ہم کو خیریت کے ساتھ رمضان تک پہنچا دے۔

## کثرت صوم

اس ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے روزے رکھتے تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گمان ہوتا کہ آپ کبھی ترک نہیں کریں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ احب الشھور الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصوم شعبان ثم یصلہ برمضان یعنی حضورؐ کو یہ بات پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رکھتے رمضان سے ملا دیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شھرین متتابعین الا شعبان ورمضان میں نے حضورؐ کو شعبان اور رمضان کے سوا متواتر دو مہینے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ شعبان بین رجب وشھر رمضان یغفل الناس عنہ یرفع فیہ اعمال العباد فاحب ان لا یرفع عملی الا وانا صائم شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان واقع ہوا ہے۔ لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں، مگر یہی مہینہ ہے۔ جس میں بندوں کے اعمال حضرت حق کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، میری تمنا ہے کہ میرے اعمال جب پیش کیے جائیں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آپ تمام مہینہ روزے کیوں رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ان اللہ یکتب فیہ کل نفس میتۃ تلک السنۃ واحب ان یاتینی اجلی وانا صائم

یعنی اس مہینہ میں ان لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جو اس سال مرنے والے ہوتے ہیں۔ پس میرا جی چاہتا ہے، اگر اسی سلسلہ میں میری اجل بھی آنے والی ہو تو میں خدا کی بہترین عبادت روزے میں مشغول رہوں۔

## بخشش عام کی صدا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ شب براءت کو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اپنے بندوں سے خطاب فرماتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اذا کانت لیلۃ النصف شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی سماء الدنیا فیقول من مستغفر فاغفرلہ الخ

جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو رات کو شب بیداری کرو اور دن کو روزہ رکھو تحقیق اللہ تعالیٰ چودھویں دن کے غروب آفتاب کے بعد آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اپنے بندوں کو ندا کرتے ہیں کہ تم میں کوئی اپنے گناہوں سے بخشش مانگنے والا ہے تو میں اسے بخش دوں۔ کوئی اگر کشائش رزق کا طالب ہے تو میں اسے رزقِ فراخ عطا کر دوں۔ کوئی بیمار ہے تو میں اسے شفا دوں۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ پکارتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ طلوعِ فجر ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ سوائے مشرک اور کینہ پرور کے تمام کو بخش دیتا ہے۔ مندرجہ بالا احکام الٰہیہ اور شارع علیہ السلام کے ارشادات کے بعد اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ شب براءت کی توقیر و تعظیم کس طریقہ سے کرتے ہیں۔ نماز روزہ تو در کنار یہ متبرک دن اور یہ متبرک رات لہو و لعب میں گزار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو اس رات اپنے بندوں کو اپنے پاس بلاتا ہے کہ مجھ سے مانگ لو، مگر ہم اس قدر غفلت سے کام لیتے ہیں کہ بجائے اس کے ہم اس رات اپنے گناہوں سے معافی مانگیں اور اپنی آئندہ فلاح و بہبود چاہیں؛ گوناگوں افعالِ قبیحہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنی خباثتِ باطنی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ دین سے غفلت اور احکامِ الٰہیہ اور احکامِ رسولؐ کی نافرمانی کے سبب ہی سے آج ہم طرح طرح کے مصائب و آلام کا شکار رہتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو احکامِ الٰہیہ اور احکامِ رسولؐ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

قمر عثمانی

# طلبۂ علومِ دینیہ سے خطاب

حضورِ سیدِ خیر الوریٰ کے میہماں ہو تم
کتاب اللہ و سنت کے حقیقی ترجماں ہو تم

اصولِ دینِ فطرت کے حقیقی رازداں ہو تم
خزاں نادیدہ گلشن کی بہارِ جاوداں ہو تم

تمہارے دم سے قائم ہے جہاں میں سطوتِ دینی
متاعِ کفر کے حق میں بلائے ناگہاں ہو تم

تمہارے ذکر سے ایوانِ شیطانی میں ہلچل ہے
جہاں میں شوکتِ اسلام کا محکم نشاں ہو تم

وہی گلشن اکابر نے جسے خوں دیکے سینچا ہے
بہاریں اسکی تم سے ہیں اور اسکے باغباں ہو تم

حوادث کی جبینِ پُرشکن سے تم نہ گھبراؤ
تمہیں کیا خوف طوفاں کا کہ بحرِ بیکراں ہو تم

اُٹھو اور قوتِ اخلاق سے دُنیا پہ چھا جاؤ
مقدس محترم تاریخ کی اک داستاں ہو تم

زمانہ کو دکھا دو راستہ تقوے کی منزل کا
گزشتہ روایاتِ کہن کے پاسباں ہو تم

# مکتوبات گرامی

انوارِ مدینہ کے اجراء کا اعلان ہوتے ہی دفتر میں کلماتِ مسرت وتہنیت سے لبریز خطوط آنا شروع ہو گئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے ان آمدہ مکتوبات میں مرسلین نے انوارِ مدینہ کی اشاعت پر جس قدر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا ہے۔ نیز ہماری کامیابی وترقی کے لئے جو دعائیں تحریر فرمائی ہیں۔ اس سے ہمیں پختگی عزم حاصل ہوئی اور اس کارِ خیر کے لئے ہمارے حوصلے بلند ہوئے۔ جزاھم اللہ خیرًا۔ ہمیں یقین ہے کہ ان حضرات مخلصین کی یہ دعائیں ضرور رنگ لائیں گی۔ اور انوارِ مدینہ دن دونی رات چوگنی ترقی پائے گا۔ ذیل میں ہم چند مقتدر حضرات کے گرامی نامے تیمنًا وتبرکًا درج کر رہے ہیں۔

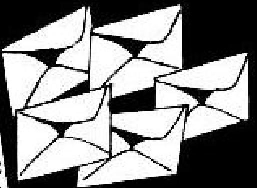

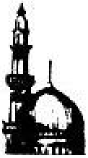

## حکیم الاسلام حضرت الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند

سلام مسنون، دعا مقرون، گرامی نامے دو دستیاب ہوئے۔ رسالہ جاری کئے جانے سے مسرت ہوئی، حق تعالیٰ اس میں افادیت اور آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ میں آج ہی دہلی جا رہا ہوں، اور امکان ہے کہ متصل ہی افریقہ کے لئے روانہ ہوں۔ اگر یہ سفر ہوا تو مضمون راستہ میں قلمبند کر سکوں گا۔ بعض علمی مضامین مرتب شدہ بھی ہیں جو کئی قسطوں میں چلیں گے۔ لیکن پہنچ جانے کی صورت کیا ہے؟ جبکہ اس بارے میں تجربات بھی ہیں، ممکن ہے کہ کسی کے ہاتھ مضمون بھیج دیا جائے۔ کل ہی صاحبزادہ سلمہ سے سرراہ ملاقات ہوئی جس سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد معلوم ہوئی۔۔۔۔ اگر قریب میں ہی ان کی واپسی ہوئی تو انہیں مضمون دے دیا جائے گا۔ ورنہ کسی اور کو تلاش کیا جائیگا۔ مختصر مضمون شاید سفر میں مرتب کر سکوں، گو تجربہ تو یہ ہے کہ سفر میں حضر سے زیادہ مصروفیت ہو جاتی ہے۔ لوگ پیچھا نہیں چھوڑتے۔ بہرحال ریل یا پلین میں اس نگارش کی سعی کی جائیگی۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے؟ والسلام

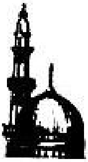

## شیخ المحدثین حضرت مولانا رسول خان صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہٗ

اے اللہ انوارِ مدینہ کو قبول فرما۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

---

لے حضرت مہتمم صاحب مدظلہم کے بڑے صاحبزادے سید رشید میاں صاحب سلمہم ان دنوں دیوبند تشریف لے گئے تھے۔

## محدث اکبر حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم

بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک

جامعہ مدنیہ سے ماہنامہ انوار مدینہ کے اجرا کی خبر سے بے حد خوشی ہوئی۔ اس کی اشاعت، ترقی، مقبولیت کے لئے دست بدعا ہوں اللہ تعالیٰ اسے واقعی معنوں میں انوار مدینہ کے فیضان اور ضو فشانی کا مینار بنا دے۔ اور ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی دلوں کی بستیاں اس کی نور روشنی اور چمک دمک سے جگمگا اٹھیں۔ آمین

## محترم جناب محمد عثمان صاحب غنی الوری

زید مجدہم کراچی

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے اجراء کی خوشخبری سن کر از حد مسرت ہوئی اس وقت جبکہ ہر طرف طرح طرح کے فتنوں کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ امید ہے کہ انوارِ مدینہ تاریک دلوں کو نورِ اسلام سے منور کریگا۔ بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کریگا اور موجودہ فتنوں سے مسلمانوں کو باخبر رکھ کر انہیں ان کی لپیٹ میں آنے سے باز رکھیگا اور سرکار مدینہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا سبق دیگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہو اسے تمام مسلمانوں کیلئے نافع بنائے (آمین)

## جامع فضائل حضرت الحاج مولانا عبیداللہ انور مدظلہم

جانشین حضرت شیخ التفسیر و امیر انجمن خدام الدین لاہور

ماہنامہ الانوار مدینہ کی اشاعت کی خبر بہت دنوں سے سن رہا تھا بہت بے تابی سے انتظار رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ وقت سعید قریب تر آگیا ہے جس میں یہ علمی و اصلاحی رسالہ شائع ہوگا۔ مرکزِ علوم دینیہ جامعہ مدنیہ نے بے سروسامانی اور کسمپرسی کے باوجود اب تک جو ٹھوس علمی خدمات انجام دی ہیں اور تھوڑی سی مدت میں اس نے علوم و معارف کی جو مرکزی صورت اختیار کی ہے وہ اسکے عنداللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے اور اب جامعہ تحریری طور پر بھی دینی خدمات کی طرف قدم بڑھا رہا ہے جو اس اعتبار سے نہایت ہی اہم ہے کہ اب تک جو علماء کرام کی توجہ تحریر کی طرف کم رہی ہے اسے ختم کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ ملت اسلامیہ اور دینی شعور رکھنے والے مسلمانوں کے لئے ایک فال نیک ہے۔ جامعہ کو اس بارے میں سبقت حاصل ہوئی اور جامعہ صوبہ میں اس پیمانے پر کسی درسگاہ کی طرف سے شائع ہونے والا غالباً یہ پہلا ہی رسالہ ہے۔ جامعہ پر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور خاص فضل ہے۔

مدینہ منورہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے احقر کو انوارِ مدینہ کا نام بہت ہی عزیز اور مرغوب ہے، خدا کرے

## جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا شریف اللہ خان مدظلہ تلمیذ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ

مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

الحمد للہ الذی خلق فی السماء نجوما مضیئۃ للعباد و طلع فی الجامعۃ المدنیۃ التی ھی مرکز العلوم الشرعیۃ والعقلیۃ اصولہا و فروعہا انوار المدینۃ التی ھی فی الحقیقۃ مدینۃ الانوار

(باقی صفحہ ۶۰ پر)

انوار مدینہ جلد شائع ہو کر مسلمانوں کے قلوب کی جلاء و ضیاء کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے، جامعہ مدنیہ اور انوار مدینہ کو بیش از بیش ترقی عنایت فرمائے۔ اور ان دونوں کو اراکین و معاونین جامعہ کے لئے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے، آمین یارب العالمین)

آخر میں مسلمانانِ پاکستان سے درخواست ہے کہ وہ انوار مدینہ کی خریداری قبول فرمائیں۔ انشاء اللہ اس کے علمی تحقیقی اور پاکیزہ و پُرمغز مضامین سے بہت ہی فائدہ پہنچے گا۔

## بقیہ سادات ہمدانی

کے کتب خانوں میں موجود قدیم خطی نوادرات کا تعارف مطلوب ہے اور وہ بھی اپنے ایک قابل احترام بزرگ کے حکم کی بناء پر۔ اس لئے خاندانی تعارف کا سلسلہ یہیں تک ختم کئے دیتا ہوں مفصل تعارف کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب ہم اور ہمارے اسلاف: مصنفہ ڈاکٹر ایس اے آر ہمدانی، مطبوعہ کلاسیک لاہور۔

خاندانِ ہمدانیہ کے کتب خانوں میں سب سے پہلا نمبر کتب خانہ ہمدانیہ قصور کا ہے جس کے نگران اس وقت راقم الحروف کے ابن العم حضرت مولانا علامہ سید محمد طیب ہمدانی فاضل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہیں۔ اس کتب خانہ میں بے شمار مطبوعہ کتب کے علاوہ قریباً ڈھائی صد قلمی نوادر موجود ہیں۔ میں اولاً ایسے مخطوطات کا تعارف پیش کروں گا۔ جو خود اس خاندان کے اکابر کی تصنیف سے ہیں یا ان کے قلمی ہیں۔

(جاری ہے)

## "انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ کے لئے عطیات پر انکم ٹیکس کی رعایت"

سنٹرل بورڈ آف ریونیو گورنمنٹ پاکستان اسلام آباد نے چٹھی نمبر ۷/۱-۲۰ (م) ۷۰-۷۱ کے ذریعہ انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ صدر ضلع پشاور کو انکم ٹیکس ایکٹ کے دفعہ ۱۵ ۵/ اکے تحت دیئے جانے والے عطیات کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے

اب تک بہت سے اہم پروگرام رقم کی کمی بلکہ مقروض ہونے کی وجہ سے تشنۂ تکمیل ہیں لہٰذا تمام مسلمانوں سے عموماً اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب العالم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین سے خصوصاً اس مذہبی ادارہ کی گرانقدر ہنگامی یا مستقل امداد کی درخواست ہے امید ہے توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے (دفتر فون نمبر ۴۵۶)

پتہ:- مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی ناظم اعلیٰ انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ چھاؤنی ضلع پشاور

## بقیہ مکتوب

تحیتی ایہا الاحباب من کل فج عمیق و تصد عنہا بعد التدقیق والتحقیق لا زالت ہذہ الجامعۃ المدنیۃ والانوار المدنیۃ یدوما فیہما تعرج وترقی وتزہر وتجلی وتثمر من فیضہما الالمعما تعاقب الایام واللیالی آمین

Regd. No. L. 7878

ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور

جامعہ مدنیہ ○ کریم پارک ○ راوی روڈ ○ لاہور، پاکستان

## جامعہ مدنیہ کے دو عمومی منظر

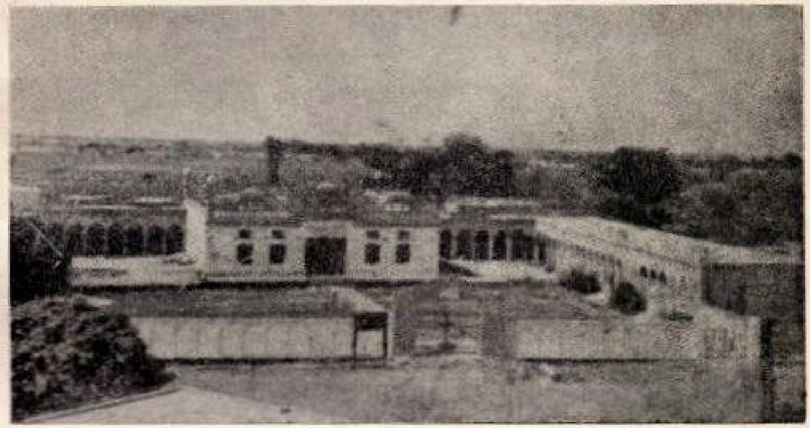

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون : ٦٢٩٣٢ مستثنیٰ از انکم ٹیکس زیر دفعہ ۱۵ ڈی